ڈیجیٹل تصویر

اور

ٹی وی چینل کے ذریعے تبلیغ



(۱) ڈیجیٹل تصویر بھی دوسری تصاویر کی طرح حرام ہے...... دیو بند کا فتویٰ

(۲) ٹی وی کے ذریعے تبلیغ کے مسلمان مکلف نہیں...... علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ

(۳) نئے مجتہدین کے لئے لمحہ فکریہ...... تحریر حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی البرنی المدنی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۴) دار العلوم کراچی نے جواز کا فتویٰ دیا ہے...... نہیں نہیں نہیں

(۵) شبہاتِ جواز کا مدلل رد، حرمت کے دلائل قواعد فقہیہ سے

تالیف

حضرۃ مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم

خلیفۂ مُجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ

تلمیذ رشید

حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ

ناشر

جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی

موبائل: 0333-2226051

ڈیجیٹل تصویر
اور
ٹی وی چینل کے ذریعے تبلیغ

تالیف

حضرۃ مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم

خلیفۂ مجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

تلمیذ رشید

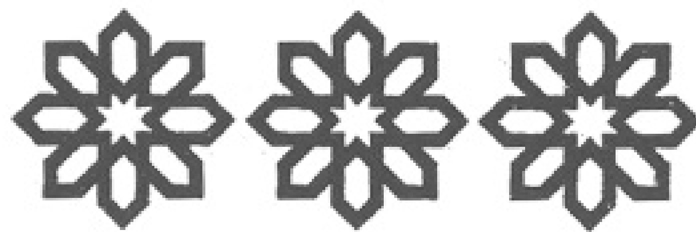
حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی

ناشر جامعہ خلفائے راشدین

مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی

موبائل: 0333-2226051

فہرست





مُقدّمۃ

نحمده و نصلي على رسوله الكريم اما بعد ! فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم يأيها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته و لا تموتن الا و أنتم مسلمون .

ہر مسلمان پر تقوی کی زندگی گزارنا فرض ہے اور تقوی کے دو جزء ہیں، امتثالِ اوامر اور اجتناب عن النواہی۔ ان میں اہم اور مقدم اجتناب عن النواہی ہے۔ آپ ﷺ نے **اتق المحارم تكن أعبد الناس** فرما کر بتلادیا کہ سب سے اہم، مقدم اور سب سے بڑی عبادت منکرات اور نواہی سے اجتناب کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہم مسلمان، کامل عابد اس وقت بن سکتے ہیں جب تمام منکرات کو ترک کردیں۔

شیطان اور نفس کی یہ کوشش ہے کہ مسلمانوں کو کسی نہ کسی بہانے سے منکرات میں پھنسائے رکھے، چنانچہ زیرِ بحث مسئلہ تصویر سے متعلق سب جانتے ہیں کہ احادیثِ متواترہ کے سبب اہلِ السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ جاندار کا مجسمہ اور تصویر دونوں شبیہ محرّم میں داخل اور حرام ہیں، پھر بھی مختلف بہانوں اور رکیک تاویلوں سے اس کبیرہ گناہ میں کتنے بظاہر دیندار لوگ صرف مبتلاء ہی نہیں بلکہ اس کے جواز اور اشاعت کے داعی ہیں۔

ان میں سے بعض نے اسکرین کے منظر کو جائز کہنے کے لئے ڈیجیٹل کی تاویل کر کے یہ رائے قائم کی ہے کہ ڈیجیٹل تصویر حرام نہیں۔

اور بعض نے ڈیجیٹل تصویر کو حرام قرار دیتے ہوئے جواز کی ایک دوسری تاویل کی ہے کہ آج میڈیا کی جنگ ہے لہٰذا اس جنگ کو جیتنے کے لئے ہمیں باوجود اس اعتراف کے کہ یہ تصاویر محرمہ اور دیگر معاصی کا مجموعہ ہے پھر بھی اس اسکرین کو اشاعت و تبلیغِ دین کے لئے استعمال کرنا نہ صرف

جائز بلکہ ضروری قرار دیتے ہیں۔

آپ کے ہاتھوں میں اس وقت جو کتاب ہے وہ پانچ امور پر مشتمل ہے۔

(۱) تصویر کی حرمت کی احادیثِ مبارکہ لکھ دی گئی ہیں تاکہ تصویر کی شناعت اور قباحت اور اس پر شدید وعیدیں ہر قاری اور پڑھنے والے کے پیشِ نظر رہیں اور ہر تاویل کی قوت اور ضعف کا بآسانی اندازہ کر سکے اور یہ جان سکے کہ اگر ان تاویلات کے بہانے سے اس منکر کا ارتکاب کیا گیا تو کیا کل قیامت کے دن ان شدید وعیدوں سے اپنی گردن بچا پائیں گے؟

(۲) قواعد فقہیہ کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ڈیجیٹل کی تاویل ایسی نہیں جو اس کو تصویرِ محرّم سے خارج کر سکے۔

(۳) تبلیغ و اشاعتِ دین کی تاویل بھی ایک رکیک تاویل ہے، جس پر اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ پہلے ہی سے شدید نکیر فرما چکے ہیں بلکہ انہوں نے تو اس بہانے اور تاویل کو بجائے جواز گمراہی کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے اس سے بچنے کی وصیت فرمائی ہیں ...... ببین تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا

(۴) آخر میں حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی البرنی المدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مضمون بنام ''نئے مجتہدین کے لئے لمحہ فکریہ'' بھی شامل کیا گیا ہے، جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ منکرات کے ذریعے تبلیغ کا جذبہ، محبوب جذبہ نہیں بلکہ بوجوہ مردود ہے۔

(۵) چونکہ اسکرین کے مناظر دیکھنے والوں کے پاس سب سے بڑا جواز اور گلوخلاصی کا بہانہ ''دارالعلوم کراچی کورنگی کا فتویٰ'' ہے حالانکہ یہ ایک غلط فہمی اور خالص جھوٹ ہے، بقول حضرۃ شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کہ دارالعلوم نے آج تک اس کے جواز کا کوئی فتویٰ نہیں دیا اس کی مختصر وضاحت ''ایک غلط فہمی کا ازالہ'' کے عنوان سے کتاب کے پشت پر ملاحظہ فرمائیں۔

(مفتی) احمد ممتاز (رئیس و مہتمم جامعہ خلفائے راشدین ﷺ)

۱۳/ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

﴿جاندار کی تصویر کی حرمت پر احادیثِ مبارکہ﴾

(١) أن عائشة حدثته أن النبی ﷺ لم یکن یترک فی بیته شیئًا فیه تصالیب الا نقضه (صحیح البخاری ٢/٨٨٠،قدیمی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑتے تھے جس پر تصاویر ہوں مگر اس کو کاٹ دیتے۔

(٢) سمعت عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت : قدم رسول الله ﷺ من سفر و قد سترت بقرام لی علی سهوة لی فیه تماثیل فلما راٰه رسول الله ﷺ هتکه، و قال: أشد الناس عذابا یوم القیامه الذین یضاهون بخلق الله قالت: فجعلناه وسادة أو وسادتین (صحیح البخاری ٢/٨٨٠، الصحیح لمسلم ٢/٢٠٠)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ (کسی) سفر سے واپس تشریف لائے اور میں نے گھر کے طاقچہ پر ایک باریک سا پردہ لٹکایا تھا جس پر جاندار کی تصاویر تھیں، جب نبی کریم ﷺ نے اس پردے کو دیکھا تو اسکو پھاڑ دیا اور فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی نقالی کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں نے اس (پھٹے ہوئے) پردے سے ایک یا دو تکیے بنالئے۔

(٣) عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قدم النبی ﷺ من سفر و علقت درنوکاً فیه تماثیل فأمرنی أن انزعه فنزعته (صحیح البخاری ٢/٨٨٠، صحیح مسلم ٢/٢٠٠)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ (ایک مرتبہ کسی) سفر سے واپس تشریف لائے اور میں نے ایک ایسا غالیچہ لٹکایا ہوا تھا جس پر جاندار کی تصویریں تھیں آپ ﷺ نے مجھے اسکے اتارنے کا حکم دیا تو میں نے اتار دیا۔

(٤) عن عائشة أنها اشترت نمرقة فیها تصاویر فقام النبی ﷺ بالباب فلم یدخل

فقلت: أتوب الى الله فما أذنبت؟ قال: ماهذه النمرقة؟ قلت: لتجلس عليها و توسّدها قال: ان أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة، يقال لهم: أحيوا ما خلقتم و ان الملئكة لا تدخل بيتاً فيه صور (صحيح البخاری ۲/ ۸۸۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک چھوٹا سا تکیہ خریدا تھا جس پر جاندار کی تصویریں تھیں، چنانچہ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو بجائے اندر داخل ہونے کے دروازے پر کھڑے رہے، میں نے عرض کیا: میں توبہ کرتی ہوں کیا میں نے کوئی گناہ کیا؟ فرمایا: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں، فرمایا قیامت کے دن تصویر سازوں کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ (اب) تم اپنی ان بنائی ہوئی تصاویر میں روح (بھی) پھونکو، اور فرمایا کہ رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں (جاندار کی) تصویریں ہوں۔

(۵) عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها: دخل علی النبی ﷺ و فی البيت قرام فيه صور فتلون وجهه ثم تناول الستر فهتكه و قالت: قال النبی ﷺ: من أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يصورون هذه الصور (صحيح البخاری ۲/ ۹۰۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور گھر میں ایک باریک سا پردہ تھا جس پر جاندار کی تصویریں تھیں (جس کو دیکھ کر غصے سے) نبی اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کا رنگ تبدیل ہوگیا پھر اس کے بعد اس پردے کو لے کر پھاڑ ڈالا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو تصویر سازی کا عمل کرتے ہیں۔

(۶) عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: حشوت للنبی ﷺ وسادة فيه تماثيل كأنها نمرقة فجاء فقام بين البابين و جعل يتغير وجهه فقلت: مالنا يارسول

اللہ قال: ما بال هذه الوسادة؟ قلت : وسادة جعلتها لک لتضطجع عليها قال: أما علمت أن الملئكة لا تدخل بيتاً فيه صورة، و ان من صنع الصور يعذب يوم القيامة فيقول: أحيوا ما حلقتم (صحيح البخارى ۱/۴۵۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کے لئے ایک ایسا تکیہ تیار کیا جس میں تصویریں تھیں جب آپ ﷺ تشریف لائے تو اندر داخل ہونے کی بجائے دروازے کے درمیان کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہونے لگا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا بات ہے؟ فرمایا یہ تکیہ کیسے؟ فرماتی ہیں میں نے جواباً عرض کیا یہ آپ ﷺ کے آرام کے لئے ہے، فرمایا: اے عائشہ! کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے اور ان تصویر سازوں کو قیامت کے دن عذاب ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ اپنی بنائی ہوئی ان (بے جان) صورتوں میں روح پھونکو۔

(۷) قال دخلت مع أبى هريرة دارا بالمدينة فرئ فى أعلاها مصورًا يصور فقال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: قال الله تعالىٰ: ﴿ومن اظلم ممن ذهب يخلق كخلقى فليخلقوا حبة و ليخلقوا ذرة﴾ ثم دعا بتور من ماء فغسل يديه حتى بلغ ابطه فقلت: يا أبا هريرة! أ شيء سمعت عن رسول الله ﷺ؟ قال: منتهى الحلية.

(صحيح البخارى ۲/۸۸۰، الصحيح لمسلم ۲/۲۰۲)

ابوزرعہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ ﷺ کے ساتھ مدینہ میں واقع ایک گھر میں داخل ہوا تو انھوں نے ایک تصویر ساز کو دیکھا کہ وہ گھر کے بالائی حصہ پر تصویریں بنا رہا ہے تو (یہ دیکھ کر) فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہو سکتا ہے جو میری صفتِ تخلیق کی نقالی کرے انہیں چاہیے کہ ایک دانہ پیدا کر کے تو دکھائیں یا ایک چھوٹی چیونٹی پیدا کر کے دکھائیں'' پھر حضرت ابوہریرہ ﷺ نے پانی کا ایک

برتن منگوایا اور اس سے اپنے ہاتھوں کو بغلوں تک دھویا (ابو زرعہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ دیکھ کر) ان سے کہا کہ (ہاتھوں کو بغلوں تک دھونے کے بارے میں) کیا آپ نے نبی ﷺ سے کچھ سنا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (جنت میں) مؤمن کے بدن کا وہ حصہ روشن اور چمکدار ہوگا جس حصے تک وضو کا پانی پہنچا ہوگا۔

(۸) عن ابی هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: يخرج عنق من النار يوم القيامة له عينان تبصران و اذنان تسمعان و لسان ينطق يقول: انی و كلت بثلاثة بكل جبار عنيد و بكل من دعا مع الله الٰها اخر و بالمصورين: هذا حديث حسن صحيح (جامع الترمذی ۲/ ۷۵، قديمی، مسند احمد، ۲/ ۲۴۲، دار الباز)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزِ قیامت آگ کی بنی ہوئی ایک گردن ظاہر ہوگی، اس کی دیکھنے والی دو آنکھیں ہونگی اور سننے والے دو کان ہونگے اور اسکی بولنے والی زبان ہوگی، وہ کہے گی کہ مجھے تین قسم کے لوگوں پر مقرر کیا گیا ہے، ہر ظالم و جابر سرکش پر، اور ہر اس شخص پر جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودانِ باطلہ کو پکارے، اور (جاندار کی) تصویر بنانے والوں پر۔

(۹) عن ابی هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ان أصحاب الصور الذين يعملونها يعذبون بها يوم القيامة يقال لهم: أحيوا ما خلقتم (مسند احمد ۳/ ۷۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن تصویریں بنانے والوں کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنی ان بنائی ہوئی تصاویر میں روح بھی پھونکو۔

(۱۰) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من صور صورة كلف يوم القيامه ان ينفخ فيها الروح وليس بنافخ (سنن نسائی ۲/ ۳۰۱، ایچ ایم سعید)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کوئی تصویر بنائی تو قیامت کے دن اس کو اس بات کا مکلّف اور پابند بنایا جائے گا کہ (اب) وہ (اپنی بنائی ہوئی) تصاویر میں روح بھی پھونکے اور وہ ان میں روح نہیں پھونک سکے گا۔

(۱۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: استأذن جبرئيل عليه السلام علی النبی ﷺ، فقال: أدخل فقال: كيف أدخل؟ و فی بيتك ستر فيه تصاوير فاما أن تقطع رؤسها أو تجعل بساطا يوطأ فانا معشر الملئكة لا ندخل بيتاً فيه تصاوير

(سنن نسائی ۲/ ۳۰۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے (ایک مرتبہ) حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی آپ ﷺ نے فرمایا: اندر آیئے جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کیسے اندر آؤں؟ حالانکہ آپ (ﷺ) کے گھر میں جو پردہ ہے اس پر تصویریں بنی ہوئی ہیں لہٰذا یا تو ان کے سر کاٹ دیں یا ان سے کوئی بچھونا تیار کرلیں جو پاؤں تلے روندا جائے کیونکہ ہم فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں۔

(۱۲) عن مجاهد قال نا أبوهريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: أتانی جبرئيل عليه السلام فقال لی: أتيتك البارحة فلم يمنعنی أن أكون دخلت الا أنه كان علی الباب تماثيل و كان فی البيت قرام ستر فيه تماثيل و كان فی البيت كلب فمر برأس التمثال الذی فی البيت يقطع فيصير كهيأة الشجرة و مر با لستر فليقطع فليجعل منه وسادتين منبوذتين تؤطئان و مر با لكلب فليخرج ففعل رسول الله ﷺ و اذا الكلب لحسن أو حسين كان تحت نضد لهم فأمر به فأخرج

(سنن أبی داود، ۲/ ۲۱۷)

حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ میں

گزشتہ رات آپ کے پاس آیا تھا لیکن اندر داخل اس لئے نہیں ہوا کہ آپ کے گھر کے دروازے پر اور گھر میں موجود پردے پر تصویریں تھیں اور گھر کے اندر کتا تھا، لہٰذا اس تصویر کا سر کٹوا دیں، جس سے یہ درخت نما ہو جائے اور اس پردے کو کٹوا کر اس سے بیٹھنے کے لئے دو تکیے تیار کروالیں اور اس کتے کو گھر سے نکلوا دیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا تو پتہ چلا کہ یہ کتا حضرت حسن یا حضرتِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کسی کا تھا اور وہ ان کے (گھر کی) چارپائی کے نیچے تھا، پس نبی کریم ﷺ کے حکم پر اس کتے کو گھر سے نکال دیا گیا۔

(۱۳) عن سالم عن أبيه قال: وعد جبريل النبی ﷺ فراث عليه حتى اشتد على النبی ﷺ فخرج النبی ﷺ فلقيه فشكا اليه ما وجد فقال: انا لا ندخل بيتا فيه صورة و لا كلب (صحيح البخاری ۸۸۱/۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا وعدہ کیا لیکن وقتِ موعود پر نہیں آئے نبی ﷺ پر یہ (تاخیر) اتنی گراں گزری کہ آپ ﷺ باہر تشریف لائے (جب آپ باہر تشریف لائے) تو ان سے ملاقات ہوئی اور اپنی اس حالت کی شکایت کی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کسی جاندار کی تصویر یا کتا ہو۔

(۱۴) جاء رجل الى ابن عباس فقال: انی رجل أصور هذه الصور فأفتنی فيها فقال له: أدن منی فدنا منه ثم قال: أدن منی فد نا حتى وضع يده على رأسه و قال: أنبئک بما سمعت من رسول الله ﷺ يقول: كل مصور فی النار يجعل له بكل صورة صورها نفسًا، فتعذبه فی جهنم، و قال: ان كنت لا بد فاعلاً فاصنع الشجر و ما لا نفس له (الصحيح لمسلم ۲۰۲/۲)

ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں تصویر

ساز ہوں مجھے اس کے بارے میں فتویٰ عنایت فرمائیے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: قریب ہو جا پھر فرمایا اور قریب ہو جا یہاں تک کہ جب وہ بہت قریب ہوا تو اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا میں آپ کو وہ بات بتا رہا ہوں جو میں نے خود رسول اکرم ﷺ سے سنی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ شخص جو جاندار کی تصویر بناتا ہو، جہنم میں جائے گا، اسکی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بدلے میں ایک نفس مقرر کیا جائے گا جو اسکو عذاب دے گا اگر آپ کو تصویر ہی بنانی ہے تو درخت اور بے جان چیزوں کی تصویر بناؤ۔

(۱۵) و قال عمر ﷺ : انا لا ندخل كنائسكم من أجل التماثيل التي فيها الصور و كان ابن عباس يصلي في البيعة الا بيعة فيها تماثيل (البخاري ۱/۶۲)

حضرت عمر ﷺ نے یہودی اور عیسائیوں سے فرمایا کہ ہم تمھاری عبادت گاہوں میں جاندار کی بنی ہوئی تصاویر کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس یہودی عبادت خانے میں نماز نہیں پڑھتے تھے جس میں جاندار کی تصویریں ہوں۔

(۱۶) عن أبي جحيفة أن النبي ﷺ نهى عن ثمن الدم و ثمن الكلب و كسب البغي و لعن اكل الربوا و موكله و الواشمة و المستوشمة و المصور و في رواية المصورين (صحيح البخاري ۲/۸۸۱)

حضرت ابو جحیفہ ﷺ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے (تین چیزوں سے) منع فرمایا:

(۱) خون کی قیمت سے (۲) کتے کے عوض سے (۳) زانی عورت کی کمائی سے اور (پانچ قسم کے لوگوں پر) لعنت فرمائی (۱) سود کھانے والے پر (۲) سود کھلانے والے پر (۳) ہاتھ وغیرہ پر پھول وغیرہ، گودنے والیوں پر (۴) اور گودوانے والیوں پر (۵) تصویر بنانے والے پر۔

(۱۷) عن جابر قال نهى رسول الله ﷺ عن الصورة في البيت و نهى أن يصنع ذلك (جامع الترمذي ۱/۳۰۵)

حضرت جابر ﷺ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے تصویر گھر میں رکھنے اور بنانے سے منع فرمایا۔

(۱۸) عن اسامة بن زید قال دخلت علی رسول الله ﷺ و علیه الکآبة فسئلته ماله؟ فقال: لم یاتنی جبرئیل منذ ثلاث قال: فاذا جرو کلب بین بیوته فأمر به فقتل فبدا له جبرئیل علیه السلام فبهش الیه رسول الله ﷺ حین رآه فقال لم تأتنی؟ فقال: انا لا ندخل بیتاً فیه کلب و لا تصاویر (مسند احمد ۶/۲۶۴)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کے اوپر پریشانی کے آثار ظاہر تھے میں نے جب وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ جبرئیل امین تین روز سے نہیں آئے (اس کی وجہ یہ تھی کہ) آپ ﷺ کے کسی گھر میں کتے کا بچہ تھا جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آنے میں رکاوٹ بنا، پس آپ ﷺ نے اس کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تو نبی ﷺ خوشی کی وجہ سے ان کی طرف تیزی سے اٹھ کر گئے اور تاخیر کی وجہ دریافت فرمائی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ہم فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کسی جاندار کی تصویر ہو یا اس گھر میں کتا ہو۔

(۱۹) أن عثمان بن عفان کان یصلی الی تابوت فیه تماثیل فامر به فحک

(مصنف ابن أبی شیبة ۱/۳۹۹)

حضرت عثمان ﷺ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سامنے تابوت رکھا ہوا تھا جس پر جاندار کی تصویر بنی ہوئی تھی تو حضرت عثمان ﷺ نے حکم دیا کہ اس سے تصویر کو کھرچ کر ختم کر دیا جائے۔

(۲۰) عن أبی مسعود الأنصاری أن رجلاً صنع له طعاماً فدعاه فقال: أ فی البیت صورة فقال: نعم فأبی أن یدخل حتی کسر الصورة ثم دخل.

(اخرجه البیهقی فی سننه، ۷/۲۶۸، ادارہ تالیفات اشرفیة)

حضرت ابو مسعود ﷺ کو کسی نے کھانے کی دعوت دی آپ اُن کے ہاں تشریف لے گئے تو اندر

داخل ہونے سے قبل دریافت کیا کہ گھر میں کوئی تصویر تو نہیں؟ کہا گیا کہ ہے، آپ نے اندر داخل ہونے سے انکار کیا یہاں تک کہ اس کو توڑا گیا پھر اندر تشریف لائے۔

(۲۱) عن مسافع بن شيبة عن ابيه قال: دخل رسول الله ﷺ الكعبة فصلى ركعتين فرأى فيها تصاوير فقال: ياشيبة اكفني هذه فاشتد ذلك على شيبة فقال له رجل من أهل فارس ان شئت طليتها و لطختها بزعفران ففعل.

(رواه الطبراني ۷/ ۲۹۹، دار الأحياء التراث العربي)

حضرت شیبہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) آنحضرت ﷺ کعبے کے اندر داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی تو سامنے تصاویر پر نظر پڑی، فرمایا اے شیبہ رضی اللہ عنہ یہ ہٹا دو، یہ کام حضرت شیبہ پر بہت مشکل ہوا تو وہاں موجود فارس سے تعلق رکھنے والا ایک شخص کہنے لگا اگر آپ چاہیں تو میں اس پر زعفران مل کر چھپا دوں پھر اس نے ایسا ہی کیا۔

(۲۲) عن أبي جرير مولى معاوية قال: خطب الناس معاوية بحمص فذكر في خطبته أن رسول الله ﷺ حرم سبعة أشياء و انى أبلغكم ذلك و أنهاكم عنه منهن النوح و الشعر و التصاوير و التبرج، و جلود السباع و الذهب و الحرير.

(مسند احمد ۵/ ۷۰)

حضرت جریر فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے "حمص" (شہر) میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سات چیزیں حرام فرمائی ہیں اور میں بھی تمھیں اس کی تبلیغ کرتا ہوں اور اس سے روکتا ہوں اور وہ یہ ہیں نوحہ کرنا، شعر گوئی، تصویر سازی، بے پردہ عورت کا نکلنا، درندوں کی کھال، سونا اور ریشم۔

(۲۳) عن صفية بنت شيبة قالت: رأيت رسول الله ﷺ بلّ ثوباً و هو في الكعبة ثم جعل يضرب التصاوير التي فيها.

(جامع المسانید و السنن ۱۵/ ۵۸۱، المعجم الکبیر للطبرانی ۲۴/ ۳۲۲)

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کپڑا گھیلا کر کے ان تصاویر پر مار رہے تھے جو کعبے کے اندر تھیں۔

(۲۴) أن أم حبيبة و أم سلمة ذكرتا كنيسةً رأينها بالحبشة فيها تصاوير فذكرتا ذلک للنبي ﷺ فقال: أولئک اذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجدًا و صوروا فيه تیک الصور و أولئک شرار الخلق عند الله يوم القيامة.

(صحيح البخاري ۱/ ۶۱)

ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا آپس میں ان تصاویر سے متعلق جو انھوں نے حبشہ میں عیسائی عبادت خانوں میں دیکھی تھیں مذاکرہ ہوا تو انھوں نے اس کا تذکرہ نبی اسے کیا، آپ انے فرمایا جب ان میں سے کوئی نیک آدمی مرتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں طرح طرح کی تصاویر بناتے اور بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ لوگ مخلوق کے سب سے بڑے شریر لوگ ہونگے۔



﴿اسکرین پر آنے والے منظر کا شرعی حکم﴾

اس کے حکم سے قبل چند قواعد ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ اس کا حکم بآسانی سمجھ میں آسکے۔

قاعدہ نمبر (۱) : ہر وصف میں حکم کی علت بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی ، جس میں عدالت اور صلاح دونوں ہوں صرف وہ علت بن سکتا ہے۔

قال الملا جیون رحمه الله تعالى : ثم شرع فی بیان ما یعلم به أن هذا الوصف وصف دون غیره فقال : و دلالة کون الوصف علة صلاحه و عدالته ، الخ .

(نور الأنوار : ۲۳۵)

قاعدہ نمبر (۲) : محرم اور مبیح میں جب تعارض ہو تو محرم کو ترجیح ہوتی ہے۔

قال العلامة ابن نجیم رحمه الله تعالى : اذا اجتمع الحلال و الحرام غلب الحرام و بمعناها ما اجتمع محرم و مبیح ...... الا غلب المحرم

(الأشباه و النظائر ۱ / ۳۰۱)

قاعدہ نمبر (۳) : جس شیء کی حقیقی علت پر اطلاع دشوار ہو تو حکم کا مدار اس کے سبب پر ہوتا ہے۔

و السابع علة اسما و حکما لا معنى کالسفر و النوم للرخصة و الحدث فان السفر علة للرخصة اسما لأنها تضاف الیه فی الشرع یقال القصر رخصة للسفر و حکما لأنها تثبت بنفس السفر متصلة به لا معنى لأن المؤثر فی ثبوتها لیس نفس السفر بل المشقة و هی تقدیریة و کذا النوم الناقض للوضوء علة للحدث اسما لأن الحدث یضاف الیها و حکما لأن الحدث یثبت عنده لا معنى لأنه لیس بمؤثر فیه و انما المؤثر خروج النجس ، و لکن لما کان الاطلاع على حقیقته متعذرا و کان النوم المخصوص سببا لخروجه غالبا أقیم مقامه و دار الحکم عنیه اهـ (نورا لأنوار : ۲۷۶)

قاعدہ نمبر (٤) : عدمِ قائل بالفصل بھی اجماع کی ایک صورت ہے۔

قال المنلا جیون رحمه الله تعالى : و الأمة اذا اختلفوا فى مسألة فى أى عصر كان على أقوال كان اجماعا منهم على أن ما عداها باطل .... و هو أقسام ، قسم منها يسمى بعدم القائل بالفصل (نور الأنوار : ۲۲۳)

قاعدہ نمبر (٥) : حالت سابقہ اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک اس کے خلاف دوسری حالت واضح دلیل سے ثابت نہ ہو۔

الأصل بقاء ما كان على ما كان (الأشباه و النظائر ۱ / ۱۸۷)

كون اليقين لا يزال الا بيقين

(الأشباه لابن وكيل ۲ / ۳۲۷ ، بحواله الأشباه لابن الملقن ۱ / ۲۲۱)

قاعدہ نمبر (٦) : احکامِ کثیرہ کا مدار عرف اور عادتِ اہلِ زمانہ پر ہونا مسلّم ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : و العرف فى الشرع له اعتبار ،لذا عليه الحكم قد يدار

قال فى المستصفى : العرف و العادة ما استقر فى النفوس من جهة العقول و تلقته الطباع السليمة بالقبول ، انتهى . و فى شرح التحرير : العادة هى الأمر المتكرر من غير علاقة عقلية انتهى (شرح عقود رسم المفتى : ۳۷)

قاعدہ نمبر (۱) کی وضاحت : اصولِ فقہ کی جملہ کتب میں یہ بات صراحۃً موجود ہے کہ معلل بہ نص کے حکم کی علت اس کے اندر پائے جانے والے تمام اوصاف میں سے صرف وہ وصف ہے جس میں دو (۲) باتیں ہوں، ایک عدالت اور دوسری صلاح۔

عدالت : کا مطلب یہ ہے کہ بعینہ یہ وصف یا اس کی جنس بعینہ اس حکمِ نص یا اس کی جنس کے لئے قیاس سے پہلے علت مانا گیا ہو۔ (و امثلتها فى الكتب مذكورة)

صلاح: کا مطلب یہ ہے کہ یہ علت آپ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام ؓ کی علل مستنبطہ کے مناسب ہو۔

الحاصل: حکمِ منصوص کی علت صرف اور صرف وہ وصف ہے جو ان دو باتوں پر مشتمل ہو، اس کے سوا دوسرے اوصاف نہ علت ہیں اور نہ ہی ان پر مدارِ حکم ہے۔

لہٰذا اگر کوئی فرع درجنوں اوصاف میں اصل کے ساتھ شریک ہے لیکن صرف اس ایک وصف میں شریک نہیں جس پر حکم کا مدار ہے تو ایسی صورت میں اصل کا حکم اس فرع میں ثابت نہ ہوگا۔

اور اگر کوئی فرع صرف اس ایک وصف میں تو شریک ہے جس پر مدارِ حکم ہے باقی کسی بھی وصف میں شریک نہیں تو ایسی صورت میں اصل کا حکم اس فرع میں ثابت ہوگا۔

اس لئے زیرِ بحث مسئلہ میں پہلے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پر غور کیا جائے کہ جاندار کی شبیہ کی حرمت کی علت کیا ہے؟ اس حرمت کا مدار کس وصف پر ہے؟ پھر اسکرین کے منظر میں اس کو تلاش کیا جائے، اگر ہے تو حرمت کا حکم ثابت ہوگا، ورنہ نہیں۔

جاندار کی شبیہ کی حرمت کی علت اور اسکرین کے منظر کا حکم

ماضی میں جاندار کی شبیہ کی چار قسمیں ہمارے سامنے ہیں۔

(۱) مورتی اور مجسمہ (۲) تصویر (۳) عکس (۴) ظل اور سایہ

اب اس دور میں شبیہ کی ایک اور قسم، جو اسکرین پر ظاہر ہوتی ہے، وجود میں آئی ہے اور ممکن ہے کہ مستقبل میں شبیہ کی کچھ اور اقسام بھی وجود میں آئیں جو اجسامِ لطیفہ جیسے ہوا وغیرہ پر ظاہر ہوں۔

لہٰذا اگر اس پر غور کر کے فیصلہ کیا جائے کہ شبیہ محرم کی علت کیا ہے؟ تو امید ہے کہ رہتی دنیا تک شبیہ کی جتنی بھی قسمیں پیدا ہوتی رہیں گی سب کا حکم معلوم ہو جائے گا۔

جاندار کی شبیہ سے متعلق احادیثِ مبارکہ اور ان کی شروح کے مطالعہ اور ان پر غور و فکر کرنے

سے معلوم ہوتا ہے کہ علتِ حرمت '' مضاهاة لخلق الله'' ہے۔

حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

تصویر سازی حق تعالی کی صفت خاص کی نقالی ہے، مصور حق تعالی کے اسماء حسنی میں سے ہے، اور صورت گری درحقیقت اسی کے لئے سزاوار اور اسی کی قدرت میں ہے کہ مخلوقات کی ہزاروں اجناس اور انواع اور ہر نوع میں اس کے کروڑوں افراد ہوتے ہیں، ایک کی صورت دوسرے سے نہیں ملتی، انسان ہی کو لے لو تو مرد کی صورت اور عورت کی صورت میں نمایاں امتیاز، پھر عورتوں اور مردوں کے کروڑوں افراد میں دو فرد بالکل یکساں نہیں ہوئے۔ ایسے کھلے ہوئے امتیازات ہوتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو کسی تامل اور غور و فکر کے بغیر ہی امتیاز واضح ہو جاتا ہے یہ صورت گری اللہ رب العزت کے سوا کس کی قدرت میں ہے، جو انسان کسی جاندار کا مجسمہ یا نقوش اور رنگ سے اس کی تصویر بناتا ہے وہ گویا عملی طور پر اس کا مدعی ہے کہ وہ بھی صورت گری کر سکتا ہے۔ اسی لئے صحیح بخاری وغیرہ کی احادیث میں ہے کہ قیامت کے روز تصویریں بنانے والوں کو کہا جائے گا کہ جب تم نے ہماری نقل اُتاری تو اس کو مکمل کر کے دکھلاؤ، اگر تمہارے بس میں ہو کہ ہم نے تو صرف صورت ہی نہیں بنائی اس میں روح بھی ڈالی ہے، اگر تمہیں اس تخلیق کا دعوی ہے تو اپنی بنائی ہوئی صورت میں رُوح بھی ڈال کر دکھلاؤ۔ (معارف القرآن ۷/۲۷۰)

عن عائشة رضى الله تعالى عنها : عن النبي ﷺ قال : أشد الناس عذابا يوم القيمة الذين يضاهون بخلق الله ، متفق عليه .

قال الملا على القارى رحمه الله تعالى : يضاهون ..... و المعنى يشابهون بخلق الله أى يشابهون عملهم التصوير بخلق الله ، قال القاضى : أى يفعلون ما يضاهي خلق الله أى مخلوقه ، أو يشبهون فعلهم بفعله أى فى التصوير و التخليق

(المرقاة ۸ / ۲۷۱)

و قال رحمه الله تعالى تحت حديث ابن مسعود ﷺ ﴿أشد الناس عذابا عند الله المصورون﴾ متفق عليه ، (بعد ذكر الاختلاف بين الجمهور و الامام مجاهد) ...... قال (أي مجاهد) : و بالمضاهاة بخلق الله ، قلت : العلة مشتركة (المرقاة ۸ / ۲۷۲)

اهم امر: اب مزید یہ بات غور طلب باقی رہتی ہے کہ یہ ''مضاہاۃ'' جس طرح مجسمہ اور تصویر میں ہے اسی طرح عکس اور ظل میں بھی ہے، جبکہ عکس اور ظل کو کسی نے شبیہ محرم نہیں کہا۔ تو حکم میں فرق کیوں؟

جواب: اللہ تعالی نے انسان کو امورِ اختیاریہ کا مکلّف بنایا ہے نہ کہ امورِ غیر اختیاریہ کا۔ چونکہ عکس اور ظل میں انسان کی صنعت اور اختیار کو کچھ بھی دخل نہیں، کوئی شخص جب بھی پانی یا کسی چمکدار شیء کے مقابل جاتا ہے تو خود بخود اس کا عکس بن جاتا ہے، اس وجہ سے یہ شبیہ محرم سے خارج ہیں۔ اور مجسمہ اور تصویر دونوں امورِ اختیاریہ میں سے ہیں ان میں انسان کی صنعت کا دخل ہے، اس وجہ سے یہ دونوں شبیہ محرم میں داخل ہیں۔

حاصل یہ نکلا کہ وہ مضاہاۃ جس میں انسان کی صنعت اور اختیار کا دخل ہے وہ شبیہ محرم کی علت ہے، لہذا جہاں یہ علت موجود ہوگی حرمت کا حکم ہوگا، ورنہ نہیں۔

چونکہ روایات میں غیر جاندار کی شبیہ کو شبیہ محرم سے مستثنیٰ کیا گیا ہے اس وجہ سے اس کی صنعت کو بھی جائز لکھا ہے۔ جبکہ جاندار کی شبیہ کی صنعت کو کسی نے جائز نہیں کہا۔

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى : ثم الشجر و نحوه مما لا روح له فلا تحرم صنعته و لا التكسب به ، هذا مذهب العلماء الا مجاهدا فانه جعل الشجرة المثمرة من المكروه (المرقاة ۸ / ۲۷۲)

اور یہی وجہ ہے کہ اصطلاح شرع میں مجسمہ، تصویر اور عکس و ظل کی تعریفوں میں انسانی صنعت و

اختیار کے ہونے اور نہ ہونے کا فرق ملحوظ رکھا گیا ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ مجسمہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و التمثال اسم للشیء المصنوع مشبھا بخلق من خلق اللہ تعالی (تفسیر القرطبی ۱۱ / ۲۵۹)

اس میں "مصنوع" کی صراحت ہے اور یہ وہ مصنوع ہے جو انسان کی صنعت واختیار کے بعد وجود میں آتا ہے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ مصور کی تعریف میں فرماتے ہیں :

المصور ھو الذی یصور اشکال الحیوان (الکرمانی ۸ / ۲۱ / ۱۳۸)

" یصور "میں انسان کی صنعت واختیار کی صراحت ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

و قولہ : " کخلقی " التشبیہ فی فعل الصورۃ وحدھا لا من کل وجوہ

(فتح الباری ۱۰ / ۴۷۲، قدیمی کتب خانہ)

اور حدیث:﴿ لم یکن یترک فی بیتہ شیئا فیہ تصالیب ﴾ .....(و فی روایۃ تصاویر) ..... قولہ : (الا نقضہ) ...... کے تحت لکھتے ہیں :

قال ابن بطال : و فی ھذا الحدیث دلالۃ علی أنہ ﷺ کان ینقض الصورۃ سواء کانت مما لہ ظل أم لا، و سواء کانت مما توطأ أم لا، سواء فی الثیاب و فی الحیطان و فی الفرش و الأوراق و غیرھا . (فتح الباری ۱۰ / ۴۷۱)

قال العلامۃ النووی رحمہ اللہ تعالیٰ: قال أصحابنا و غیرھم رحمھم اللہ تعالیٰ من العلماء: تصویر صورۃ الحیوان حرام أشد التحریم، و ھو من الکبائر لأنہ متوعد علیہ بھذا الوعید الشدید المذکور فی الأحادیث و سواء صنعہ بما یمتھن أو بغیرہ حرام بکل حال لأن فیہ مضاھاۃ لخلق اللہ تعالیٰ ...... و لا فرق فی ھذا کلہ بین مالہ ظل و ما لا ظل لہ .... الخ (مسلم مع شرح النووی ۲/ ۱۹۹، قدیمی)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (التنبيه) الثاني: لم أر ما لو نظر الى الأجنبية من المرآة أو الماء ، و قد صرحوا في حرمة المصاهرة بأنها لا تثبت برؤية فرج من مرآة أو ماء ، لأن المرئى مثاله لا عينه بخلاف ما لو نظر من زجاج أو ماء هى فيه ، لأن البصر ينفذ في الزجاج و الماء فيرى ما فيه ، و مفاد هذا أنه لا يحرم نظر الأجنبية من المرآة أو الماء الا أن يفرق بأن حرمة المصاهرة بالنظر و نحوه شدد في شروطها، لأن الأصل فيها الحل، بخلاف النظر لأنه انما منع منه خشية الفتنة و الشهوة، و ذلك موجود هنا، و رأيت في فتاوى ابن حجر من الشافعية ذكر فيه خلافاً بينهم و رجح الحرمة بنحو ما قلناه و الله اعلم (الشامية ۹/ ۶۱۳)

تنبیہ : بعض حضرات نے تصویر کی تعریف میں ایک جگہ (نحوہا) کے کلمہ کو دیکھ کر اس پر استدلال کیا ہے کہ یہاں پر ''غیرہا'' نہ کہنا اور ''نحوہا'' کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ تصویر جب کہیں گے جب وہ کسی ٹھوس جسم پر منقش ہو جائے۔

فرماتے ہیں: المعجم الوسیط کی تعریف مذکور میں ''علی لوح أو حائط أو نحوها '' کہا اور ''وغیرہا'' نہیں کہا تا کہ لوح اور حائط جیسی صلاحیت نہ رکھنے والی چیز تعریف سے خارج ہو جائیں کیونکہ اس میں نقش ہی ممکن نہیں۔ لہٰذا کسی جاندار کی شکل وصورت یا شبیہ وعکس کو جب تک کسی چیز پر نقش ومنقش نہیں کرلیا جائے گا یعنی قائم و پائیدار نہیں بنا دیا جائے گا اس وقت تک اس پر تصویر محرم کا اطلاق نہیں ہوگا خواہ دیکھنے میں یا ظاہر نگاہ میں وہ نقش تصویر ہی کی طرح کیوں نہ نظر آ رہا ہو۔

اس استدلال سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) اگر ''نحوہا'' پر اتفاق ہو جائے تو یہ شرط صحیح ہوگی۔ کہ ٹھوس اجسام کے سوا دوسرے لطیف اجسام پر بنی ہوئی شبیہ تصویر نہیں۔

(۲) اگر کلمہ ''غیرہا'' مل جائے تو شرطیت باطل ہو جائیگی۔

چونکہ علامہ نووی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ سے صراحۃً بجائے ''نحوہا'' کے ''غیرہا'' دکھا دیا گیا ہے، لہٰذا اب دونوں باتیں ختم ہوگئیں اور یہ ثابت ہوگیا کہ ٹھوس اجسام کے علاوہ اجسام لطیفہ پر بھی جاندار کی شبیہ اور تصویر بن سکتی ہے۔

عکس کی تعریف میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

و يعبرون عنه بالانطباع و هو أن المقابل للصقيل تنطبع صورته و مثاله فيه لا عينه . و يدل عليه تعبير قاضيخان بقوله : لأنه لم ير فرجها و انما رأى عكس فرجها ، فافهم (الشامية ۴ / ۱۱۶ ، ۱۱۷)

اس میں لفظِ ''انطباع'' اور ''تنطبع'' دونوں بتارہے ہیں کہ عکس میں انسان کی صنعت اور اختیار کا کوئی دخل نہیں۔

اسکرین پر آنے والے منظر کا حکم

قاعدہ نمبر (۱) کی مختصر تفصیل اور تعیینِ علت کی وضاحت کے بعد اب اس کا حکم ظاہر ہوگیا کہ چونکہ یہ وہ شبیہ ہے جس میں علتِ مضاہاۃ مع صنعت پائی جاتی ہے، لہٰذا یہ بھی مجسمہ اور تصویر کی طرح شبیہ محرم میں داخل اور حرام و ناجائز ہے۔

کچھ شبہات اور ان کے جوابات

شبہہ نمبر (۱) : بعض کا کہنا ہے کہ عکس میں بھی صنعت ہے کیونکہ آئینہ کی صنعت اس مقصد کے لئے ہوتی ہے۔ نیز ذوالعکس آئینہ کے قریب جاتا ہے، یہ ذوالعکس کا جانا اور آئینہ کے مقابل آنا یہ بھی صنعت ہے۔ لہٰذا اگر شبیہ، صنعت کی وجہ سے حرام ہوتی ہے تو عکس کو بھی شبیہ حرام کہنا چاہیے۔

جواب : عکس میں انسان کی صنعت اور اختیار کا دخل ہے یا نہیں؟

یہ بات کسی ذی فہم پر مخفی رہے، انتہائی تعجب کی بات ہے کیونکہ عکس میں انسان کی صنعت و اختیار کا کچھ بھی دخل نہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ یہاں تین چیزیں ہیں۔

(۱) ذوالعکس

(۲) پانی اور چمکدار شیء جس میں ذوالعکس کا عکس نظر آتا ہے

(۳) روشنی کی شعاعیں

پوچھنا یہ ہے کہ ان تینوں میں سے عکس کیا ہے؟ اور آلۂ عکس کیا ہے؟ اگر عکس روشنی کی شعاعیں ہیں، جیسے کہ خود صاحبِ شبہ نے لکھا ہے: ''عکس اپنی ماہیت کے اعتبار سے روشنی کے شعاعی ذرات اور اس کی کرنیں ہیں''، تو آلۂ صنعت یا تو ذوالعکس ہوگا جس کے اندر کوئی مصنوعی مشین لگی ہوگی کہ جیسے ہی وہ پانی یا چمکدار شیء کے سامنے آیا اس مشین نے فوراً عکس بنانے کا کام شروع کردیا، جبکہ ظاہر ہے کہ ذوالعکس میں ایسی کوئی مصنوعی مشین نہیں ہے کہ پانی وغیرہ دیکھتے ہی حرکت میں آجائے۔ یا پھر آلۂ صنعت وہ پانی اور چمکدار شیء ہوگی جس میں ذوالعکس کا عکس نظر آتا ہے، اور اس میں ایسی مصنوعی مشین لگی ہوگی کہ ذوالعکس کا سامنے آتے ہی عکس بنانا شروع کرتی ہوگی جبکہ یہ بھی ظاہر ہے کہ پانی اور چمکدار اجسام کے اندر کوئی ایسی مشین نہیں۔

الحاصل عکس میں صنعت اور اختیار کا دخل نہ ہونا ایک مسلّم حقیقت ہے جس کا انکار کسی طرح بھی درست نہیں۔ اس میں صنعت و اختیار کو ثابت کرنے کے لئے یہ کہنا کہ شیشہ اور آئینہ صنعت کے بعد وجود میں آتا ہے اور اسی طرح ذوالعکس بھی اپنے اختیار سے اس آئینہ کے قریب جاتا ہے، لہٰذا صنعت ثابت ہوگئی، درست نہیں۔ اور اس کا بدیہی البطلان ہونا بالکل واضح ہے۔ کیونکہ صنعتِ آئینہ کو صنعتِ عکس کہنا کون ذی فہم تسلیم کرسکتا ہے؟

ذوالعکس کا آئینہ کے قریب جانے کو شاید سبب تو کہہ سکیں، لیکن اس کو صنعتِ عکس اور علتِ عکس

کہنا بداہت کا انکار ہے، اور یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ جو چیز جائز ہوتی ہے اس کے اسباب بھی جائز ہوتے ہیں، لہٰذا ذوالعکس کا آئینہ یا پانی کے قریب جانا بلاشبہ جائز ہے۔

نیز صنعتِ آئینہ اور ذوالعکس کا آئینہ کے قریب جانے کو صنعتِ عکس اس وجہ سے بھی نہیں کہا جاسکتا کہ صنعت میں اختیار ہوتا ہے۔ جیسے کوئی آئینہ بنانا نہ چاہے تو نہیں بنے گا، ذوالعکس آئینہ کے قریب نہ جانا چاہے تو قریب نہ ہوگا۔ جبکہ عکس بنانے میں اختیار نہیں، کوئی عکس بنانا چاہے یا نہ چاہے ہرصورت میں، جب پانی اور چمکدار شیء کے سامنے آئے گا عکس بن کر نظر آئے گا۔

ہاں! یہ بات درست ہے کہ آئینہ کی بہتر صنعت سے عکس واضح اور بہتر طور پر اس میں نظر آئے گا لیکن اس کو یہ کہنا کہ نفسِ عکس ہی صنعتِ آئینہ کی مرہونِ منت ہے، درست نہیں۔ دیکھیں.....! پانی اور پہاڑوں سے نکلنے والے مختلف قسم کے چمکدار پتھر اور دوسرے مختلف قسم کے چمکدار دھات جن کی ساخت اور بناوٹ میں انسان کی صنعت اور اختیار کا کوئی دخل نہیں، ان میں بھی عکس نظر آتا ہے۔ معلوم ہوا کہ نفسِ عکس غیر اختیاری ہے اس میں صنعت کا کچھ بھی دخل نہیں۔

شبہ نمبر (۲) : تصویر اور عکس میں اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرق یہ بتایا ہے کہ تصویر پائیدار ہوتی ہے، جبکہ عکس میں پائیداری نہیں۔ بلکہ ذوالعکس کے ہٹ جانے سے ختم ہو جاتا ہے۔ ان حضرات نے صنعت کا فرق نہیں بتایا۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے تصویر کی تعریف کی ہے، انہوں نے مثال یہ دی ہے کہ جیسے دیوار، کپڑے وغیرہ ٹھوس جسم پر بنائی جائے۔

ان امثلہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اصل فرق پائیداری کے ہونے اور نہ ہونے کا ہے نہ کہ صنعت کا۔ اسی وجہ سے مثال میں ان ٹھوس اجسام کا ذکر کیا گیا ہے جن پر تصویر قائم و پائیدار ہو سکتی ہے۔

جواب : حضرت مفتی اعظم پاکستان رحمہ اللہ تعالیٰ کی پوری عبارت یہ ہے: واقعہ یہ ہے کہ ظل وسایہ قائم و پائیدار نہیں ہوتا بلکہ صاحب ظل کے تابع ہوتا ہے۔ جب تک وہ آئینہ کے مقابل کھڑا ہے تو یہ ظل بھی کھڑا ہے جب وہ یہاں سے الگ ہوا تو یہ ظل بھی غائب اور فنا ہوگیا۔ فوٹو کے آئینہ پر

جو کسی انسان کا عکس آیا اس کو عکس اسی وقت کہا جا سکتا ہے جب تک اس کو رنگ و روغن اور مسالہ کے ذریعہ قائم اور پائیدار نہ بنایا دیا جائے اور جس وقت اس عکس کو قائم اور پائیدار بنا دیا اسی وقت یہ عکس تصویر بن گئی (تصویر کے شرعی احکام :۱۵)

اور حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالی عکس اور تصویر میں فرق کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تصویر و عکس دونوں بالکل متضاد چیزیں ہیں، تصویر کسی چیز کا پائیدار اور محفوظ نقش ہوتا ہے، عکس ناپائیدار اور وقتی نقش ہوتا ہے۔ اصل کے غائب ہوتے ہی اس کا عکس بھی غائب ہو جاتا ہے۔ (احسن الفتاوی ۸ / ۳۰۲)

ان حضرات کی تحریرات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے اور ہمارے بتائے ہوئے فرق میں صرف تعبیر اور الفاظ کا فرق ہے، حقیقۃً کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ:

(۱) مسالہ وغیرہ کے ذریعہ سے جب پائیدار بنایا گیا تو انسانی صنعت آ گئی اور یہ شبیہ محرم میں داخل ہو گیا اور جب تک روغن وغیرہ سے پائیدار نہیں بنایا گیا تو اس وقت تک انسانی صنعت و اختیار کا کوئی دخل نہیں۔ لہٰذا شبیہ جائز میں داخل رہا۔

(۲) عکس کا اصل کے تابع اور اس کے غائب ہونے کے ساتھ اس کا غائب ہو جانے کے الفاظ بھی اس پر دال ہیں کہ جب تک انسانی صنعت اور اختیار کا دخل نہیں ہوتا یہ اصل کے تابع رہتا ہے اور جہاں تابعیت ختم ہوئی سمجھ جاؤ کہ انسانی صنعت اور اختیار اس میں داخل ہو گیا اور یہ شبیہ محرم میں داخل ہو گیا۔

تنبیہ : جو حضرات حقیقی فرق کے قائل ہیں ان کے ذمہ لازم ہے کہ ایسی امثلہ پیش کریں جن میں ''پائیداری'' اور ''ازالۂ تابعیت'' بدون انسانی صنعت کے پائی جائیں۔ جبکہ بظاہر ایسی مثال ناممکن سی معلوم ہوتی ہے۔

چونکہ یہ مسلم حقیقت ہے کہ آئینہ پر ظاہر ہونے والی شبیہ کی ''پائیداری'' اور ''اصل سے استغناء''

انسانی صنعت اور اختیار کے تابع ہے، کیونکہ اس پر مسالہ لگا کر اس کے نقش اصل کی تابعیت سے نکالنا انسانی صنعت اور اختیار کے بعد ہی ممکن ہے لہٰذا یہ شبیہ محرم میں داخل اور حرام ہے۔

رہی یہ بات کہ تصویر کی تعریف میں دیوار وغیرہ ٹھوس اجسام کا ذکر کیوں کیا گیا ہے؟ نیز پائیدار بنانے کے سلسلہ میں روغن اور مسالہ کی شرط کیوں لگائی گئی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات کے زمانے میں انسانی صنعت اور اختیار اس حد تک تھا کہ ٹھوس چیزوں پر روغن وغیرہ کے ذریعہ شبیہ بنائی جاسکے۔ ایسے آلات اس زمانے میں ایجاد نہیں ہوئے تھے جن کے ذریعہ اجسام لطیفہ پر اور بدوں روغن و مسالہ کے شبیہ بنا کر دکھا سکیں۔ لہٰذا ان حضرات کی تعریفات اپنے زمانے کی شبیہ محرم کے تمام افراد کو شامل ہونے کے اعتبار سے کی گئی ہیں، نہ کہ قیامت تک آنے والی تمام شبیہات محرمہ کے اعتبار سے۔

اگر موجودہ ایجادات ان اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے زمانے میں ہوتیں تو یقیناً یہ حضرات یوں فرماتے کہ شبیہ محرم میں ہر وہ عکس داخل ہے جس کو انسان اپنے اختیار اور صنعت سے ٹھہرا کر پائیدار بنادے اور اصل کے تابع ہونے سے نکال کر مختلف رنگوں میں دکھادے، خواہ کسی آلہ کی قوت سے یہ کام کیا جائے یا روغن و مسالہ کے ذریعہ سے۔

جدید ایجادات کے پیش نظر صرف شبیہ محرم کی تعریف نہیں بدلی، بلکہ کئی احکام اور بھی ایسے ہیں جن کا فیصلہ جدید آلات کے سامنے آنے پر قدیم فیصلہ کے خلاف کیا گیا ہے۔ مثلاً

(۱) حضرات اساتذۂ کرام ''وزن اعمال'' کی بحث میں یہ اشکال اٹھاتے تھے کہ اعمال اعراض ہیں جن کا وزن نہیں ہوتا، موزون ہمیشہ جوہر ہوا کرتا ہے۔ پھر اس کے متعدد جوابات دیتے تھے۔ لیکن جب ایسے آلات ایجاد ہو کر سامنے آئے جن کے ذریعہ اعراض سردی، گرمی وغیرہا ناپے تولے جاتے ہیں، تو اب وہ اشکال ختم ہوا اور یہ کہا جاتا ہے کہ اعراض بھی موزونات کے قبیل میں سے ہیں۔

دیکھئے! یہاں جب تک ہمارے مشاہدہ میں اعراض تولنے والا آلہ نہیں تھا تو موزون کی تعریف اس طرح کی جاتی تھی جس سے اعراض نکل جائیں۔ اب آلہ آنے کے بعد ظاہر ہے کہ اس موزون کی تعریف کو اتنا عام کیا جائے گا جس میں اعراض بھی داخل ہوں۔

(۲) ہوائی جہاز میں نماز کے جواز کا فتوی بھی جدید آلات کی بنیاد پر دیا گیا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب تک ہوا میں بدوں ستون کسی فرش وغیرہ کو بچھا کر اس کے اوپر کھڑے ہونے کے آلات نہیں تھے، تو مسئلہ یہ تھا کہ ہوا پر نماز پڑھنا جائز نہیں مثلاً اگر درختوں کے درمیان چٹائی باندھ کر اس پر ہوا میں نماز پڑھی جائے تو جائز نہیں۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : (قوله : و أن يجد حجم الأرض) تفسيره أن الساجد لو بالغ لايتسفل رأسه أبلغ من ذلك ، فصح على طنفسة و حصير و حنطة و شعير و سرير و عجلة ان كانت على الأرض لا على ظهر حيوان ، كبساط مشدود بين أشجار ، و لا على أرز أو ذرة الا في جوالق أو ثلج ان لم يلبد و كان يغيب فيه وجهه و لا يجد حجمه أو حشيش الا ان وجد حجمه و من هنا يعلم الجواز على الطراحة القطن ، فان وجد الحجم جاز و الا فلا بحر.

(الشامية ۱ / ۵۰۰)

جب ایسے آلات ایجاد ہوئے جنہوں نے بغیر ستونوں کے فرش بچھا کر دکھا دیا جیسے ہوائی جہاز، تو اب ہوا پر جہاز کے اندر نفسِ نماز پڑھنے پر سب کا اتفاق ہے اگر چہ تفصیلات میں کچھ اختلاف بھی ہے، بہر حال ہوا پر آلات کے ذرایہ سے ہوائی جہاز کے استقرار کا کسی درجہ میں اعتبار کیا گیا ہے

اسکرین کے منظر کے اشبہ بالعکس ہونے کے دلائل کے جوابات

دلیل نمبر(۱) : عکس اپنی ماہیت کے اعتبار سے روشنی کے شعاعی ذرات اور اس کی کرنیں ہیں اور اسکرین پر نمودار ہونے والے مناظر بھی روشنی ہی کے شعاعی ذرات ہیں۔

جواب :

﴿اولاً﴾ :اس مشابہت کا مدارِ حکم ہونا ثابت نہیں، کیونکہ مدارِ حکم وہ مضاہاۃ ہے جس میں انسانی صنعت واختیار کا دخل ہو، اور یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ ہر وصف میں حکم کی علت بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی، جس وصف میں عدالت اور صلاح دونوں ہوں صرف وہ علت بن سکتا ہے جیسا کہ پیچھے تفصیل سے گذر چکا۔

﴿ثانیاً﴾ : دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ عکس کی روشنی کے شعاعی ذرات غیر اختیاری اور غیر مصنوعی ہیں، جبکہ اسکرین کی روشنی کے شعاعی ذرات اختیاری اور مصنوعی ہیں۔ صنعت کے ہونے اور نہ ہونے کے بنیادی فرق کو نظر انداز کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

دلیل نمبر (۲) : دونوں جگہ منظر شعاعوں کے انعکاسی عمل سے وجود میں آتا ہے اور ناپائیدار حالت میں ہوتا ہے۔

جواب :

﴿اولاً﴾ :اس مشابہت کا بھی مدارِ حکم ہونا ثابت نہیں، کیونکہ مدارِ حکم وہ مضاہاۃ ہے جس میں انسانی صنعت واختیار کا دخل ہو۔ جیسا کہ پیچھے تفصیل سے گذر چکا۔

﴿ثانیاً﴾ :یہاں بھی وہی مصنوعی وغیر مصنوعی کا فرق ہے جس کو بلاوجہ نظر انداز کیا جاتا ہے۔ عکس میں یہ انعکاسی عمل انسان کی صنعت اور اختیار کے بغیر آئینہ اور پانی پر وجود میں آتا ہے، جبکہ اسکرین پر یہ عمل پورے کا پورا انسان کی صنعت اور اختیار کے تابع ہے۔

نیز پائیداری کے ہونے اور نہ ہونے کا مدار تابعیت پر ہے، جب تک اصل کے تابع ہے پائیدار نہیں کہا جا سکتا اگرچہ ایک گھنٹہ تک آئینہ اور پانی وغیرہ پر برابر نظر آرہا ہو۔ دیکھئے! جب ذوالعکس آئینہ کے سامنے مسلسل ایک گھنٹہ تک موجود رہے تو بظاہر آئینہ میں اس کا منظر ٹھہرا ہوا پائیدار نظر آتا ہے، حالانکہ اس کو کوئی بھی پائیدار نہیں کہتا، کیوں؟ اس لئے کہ اصل کے تابع ہے۔ اور جہاں

تابعیت ختم ہوئی وہاں ذوالعکس کے سامنے ہوتے ہوئے بھی اس منظر کو پائیدار کہا جائے گا۔

الحاصل پائیدار ہونے اور نہ ہونے میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اصل کا تابع ہے یا نہیں؟ جہاں ہے وہاں پائیدار نہیں اور جہاں نہیں، وہاں پائیدار ہے۔ اس کی کچھ تفصیل شبہہ نمبر (۲) کے جواب میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائی جائے۔

لہٰذا دونوں کو ناپائیدار کہہ کر ان میں مساوات ثابت کرنا مسلّم نہیں۔

دلیل نمبر (۳) : جس طرح آئینہ میں صرف عکس ظاہر ہوتا ہے، منقش وقائم نہیں ہوتا۔ اسی طرح اسکرین پر بھی منظر صرف ظاہر ہوتا ہے منقش وقائم نہیں ہوتا۔

جواب : شبہہ نمبر (۲) کے جواب میں تفصیل سے یہ بات گزری ہے کہ نقش وقیام کے لئے روغن وغیرہ کا ذکر اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات میں، شرط کے درجہ میں نہیں بلکہ اس زمانہ کی مروج تصویر اور شبیہ محرّم کے اعتبار سے ہے، لہٰذا اگر ایسا آلہ پیدا ہو جائے جو بدوں روغن اور ظہورِ نقوش و خطوط منظر اور شبیہ کو دکھا کر جتنی دیر تک چاہیں بغیر اصل کے ٹھہرا دے تو اس کو بھی منقش اور قائم کہا جائے گا۔ لہٰذا دونوں کو ایک قرار دینا بداہت کا انکار ہے۔

دلیل نمبر (٤) : دونوں جگہ روشنی کی شعاعیں انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ مسلسل سفر کرتی ہیں۔

جواب :

﴿اولاً﴾: تو شعاعوں کی تیزی اور سستی پر حکم کا مدار ہی نہیں۔

﴿ثانیاً﴾: یہاں بھی صنعت اور اختیار کا فرق ہے۔ عکس میں یہ تیز رفتاری انسان کی صنعت و اختیار سے خارج ہے، جبکہ اسکرین پر انسان کی صنعت واختیار سے ایک خاص تناسب، ترتیب اور تیز رفتاری سے روشنی کی شعاعیں ڈالی جاتی ہیں۔

الحاصل اس منظر کو اشبہ کہہ کر اس کے لئے عکس کا حکم ثابت کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

نیز اگر کوئی مشابہت کی درج ذیل وجوہ بیان کر کے اشبہ ہونے کا دعویٰ کر کے عکس کا حکم ثابت کر دے تو کیا جواب ہوگا؟

۱۔ شی ہونے میں ۲۔ نفسِ وجود میں

۳۔ نظر آنے میں ۴۔ ذو سطح ہونے میں

۵۔ نفسِ رنگ و روغن میں ۶۔ جاندار کی شبیہ ہونے میں وغیرہ وغیرہ۔

جواب ظاہر ہے کہ ان پر حکم کا مدار نہیں، لہٰذا ان کا ذکر ہی بے محل ہے۔ بعینہ اسی طرح مندرجہ بالا چار دلائل بھی ہیں کہ ان پر حکم کا کوئی مدار نہیں۔ مدارِ حکم دو باتوں پر ہے

(۱) مضاہاۃ

(۲) پائیداری اور صنعت واختیار، اور یہ ان کے بیان کردہ وجوہ اور دلائل میں نہیں پائی جاتیں۔

قاعدہ نمبر (۲) : محرِّم اور مبیح میں جب تعارض ہو تو ترجیح محرم کو ہوتی ہے۔

اس کی امثلہ کثیر ومعروف ہیں۔ لہٰذا بجائے امثلہ، زیرِ بحث مسئلہ میں یہ قاعدہ کس طرح جاری ہوتا ہے؟ صرف اسی کو بیان کیا جاتا ہے۔

اس قاعدہ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اسکرین پر ظاہر ہونے والا منظر حرام ہو۔ کیونکہ حکمِ عکس کے قائلین حضرات کے نزدیک بھی یہ منظر نہ عکس ہے اور نہ ہی تصویر۔ بلکہ دونوں کا احتمال ہے۔

جب فی نفسہ اس میں دونوں احتمال ہیں، اور ظاہر ہے کہ جانب تصویر، محرم ہے اور جانب عکس مبیح، اور محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے لہٰذا فی نفسہ جانب تصویر راجح ہوگا اور یہ منظر تصویر کی طرح حرام ہوگا۔

رہی اشبہ بالعکس ہونے کی بات تو اس کا بطلان قاعدہ نمبر (۱) کے تحت تفصیلات کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے۔

اعتراض : یہاں یہ قاعدہ بے محل ہے کیونکہ یہاں تعارض متحقق نہیں...... مجوث عنہ کا عکس کے ساتھ مشابہ ہونا بیان کردہ دلائل اربعہ کی رو سے ظن غالب قریب بہ یقین کے درجہ میں

ہے اور تصویر کے ساتھ مشابہ ہونا صرف شبہہ کے درجہ میں ہے۔

جواب :

﴿ اولاً ﴾: دلائل اربعہ پر گفتگو گزر چکی ہے ان میں سے کوئی ایک بھی مثبتِ دعوی نہیں، لہٰذا جب دلائل ختم ہوئے تو ظنِ غالب اور یقین بھی ختم۔

﴿ ثانیاً ﴾: اس مسئلہ میں کسی کا صرف اپنی تحقیق کو حتمی اور حرفِ آخر قرار دے کر اپنے مزعومہ باتوں کو قرآن وحدیث اور اجماع وقیاسِ مجتہد کے دلائل کی طرح سمجھ کر ظن غالب قریب بہ یقین کا قول کرنا اور دوسرے علماء واکابر کی تحقیق سے یکسر صرفِ نظر کرنا ایک رائے تو ہو سکتی ہے، لیکن اس سے مشابہت درجہ ظن غالب میں ثابت ہو جائے، یہ ہرگز درست نہیں۔

﴿ ثالثاً ﴾: اگر انصاف سے غور کیا جائے تو یہاں تعارض اشبہ وظن غالب اور شبہہ میں نہیں، بلکہ اشبہ اور یقین میں ہے۔ پاکستان کے علماء کرام کی جم غفیر اس منظر کو یقیناً عینِ تصویر اور شبیہ محرم سمجھ کر حرام فرماتی ہے۔ لہٰذا جہاں اباحت کی جانب صرف بعض حضرات کا ظن غالب ہے اور محرم کی جانب دوسرے حضرات کا یقین ہے۔ اب تیسرا فریق دونوں آراء کو سامنے رکھ کر کیا فیصلہ کرے گا؟ فیصلہ ظاہر ہے، یا تو یہ کہا جائے گا کہ یہاں تعارض ہی نہیں۔ کیونکہ جانب حرمت یقینی ہے اور جانب اباحت ظنی، اور عمل یقین پر ہوتا ہے۔

اگر تعارض مان بھی لیا جائے تو بھی قاعدہ کی رو سے محرم کو ترجیح ہوگی اور اس منظر کو بحکم تصویر قرار دے کر حرام کہا جائے گا۔

قاعدہ نمبر (۳) : اس کا حاصل یہ ہے کہ جہاں حکم کی علت پر اطلاع پانا دشوار ہو وہاں اس کے سبب پر حکم کا مدار ہوتا ہے۔ جیسے:

مثال نمبر (۱) : سفر میں رخصت کی علت مشقت ہے لیکن چونکہ اس پر اطلاع پانا دشوار تھا کہ

کس سفر میں اُس حد اور مقدار کی مشقت ہے جو علتِ رخصت ہے اور کس میں نہیں؟ اس لئے شریعت مطہرہ نے سفر شرعی کو اس کا قائم مقام قرار دے کر رخصت کے وجود وعدم کا مدار اس پر رکھ دیا ہے۔

مثال نمبر (۲): نوم اصل میں سبب نقضِ وضوء ہے، علت نہیں ہے۔ علتِ نقضِ وضوء خروج ریح ونجاست ہے، لیکن چونکہ اس علت پر اطلاع پانا مشکل تھا، اس لئے اس کے سبب پر حکم کا مدار رکھ دیا ہے۔

زیر نظر مسئلہ میں اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ کیمرہ، خواہ ڈیجیٹل ہو یا غیر ڈیجیٹل، تصویر کشی اور منظر کشی کا آلہ ہے۔ یہاں تک تو معاملہ بالکل بدیہی اور ظاہر ہے۔ آگے اس آلہ نے جو تصویر سازی کا عمل کیا ہے تو اس نے وہ تصویر بنائی ہے جس پر حرمت کا مدار ہے، یا نہیں بنائی؟ یہ معاملہ مخفی اور نظری ہے۔ اس کی حقیقت پر اطلاع پانا ہر ایک کے لئے آسان نہیں بلکہ بہت سارے حضرات کے لئے تو ناممکن بھی ہے۔

لہٰذا جس طرح رخصت کے حکم کا مدار اس کی اصل علت مشقت کو چھوڑ کر اس کے آلہ اور ذریعہ پر رکھا گیا ہے، اسی طرح یہاں بھی حکم کا مدار آلہ پر ہونا چاہیے اور چونکہ آلہ تصویر سازی کا استعمال ہوا ہے لہٰذا یہ منظر تصویر کے حکم میں داخل ہو کر حرام ہوگا۔

قاعدہ نمبر (٤):

اس کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ جب ایک مسئلہ میں ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالی چند اقوال (مثلاً تین اقوال) پر متفق ہو جائیں تو اس مسئلہ میں چوتھا قول خلاف اجماع ہوگا۔

جیسے ولایتِ صغیر میں اختلاف ہے جن کے نزدیک ثابت ہے تو وہ باپ اور دادا دونوں کے لئے ثابت مانتے ہیں، اور جن کے نزدیک ثابت نہیں تو دونوں کے لئے ثابت نہیں مانتے۔ اب اس صورت میں کسی کا یہ قول کہ باپ کے لئے ثابت ہے اور دادا کے لئے ثابت نہیں، خلافِ اجماع ہوگا۔

زیرِ نظر مسئلہ میں اگر چہ یہ قاعدہ من وعن پوری طرح جاری نہیں، لیکن اس سے ان حضرات کی تائید ضرور ہوتی ہے جو اسکرین کے منظر کو تصویر اور شبیہ محرم قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ شبیہ کی اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ میں چار قسمیں مسلّم و متفق علیہا ہیں یعنی مجسمہ، تصویر، عکس اور ظل۔

اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ میں ان کے علاوہ کسی پانچویں قسم کا کوئی قائل نہیں، تو گویا ان کا اس بات پر اجماع ہوا ہے کہ دنیا میں جاندار کی جو شبیہ ہوگی وہ ان چاروں ہی میں سے ہوگی۔ چونکہ اشبہ بالعکس کہنے والے حضرات یہ مان رہے ہیں کہ اسکرین پر ظاہر ہونے والا منظر نہ عین عکس ہے اور نہ عین ظل۔ لہٰذا اب اس قاعدہ کی رو سے یہ ماننا لازم ہے کہ یہ منظر اب یا تو مجسمہ میں داخل ہوگا یا تصویر میں، جیسے بہت سارے اکابر و اصاغر اس کو تصویر میں داخل فرماتے ہیں۔

قاعدہ نمبر (۵) : اس کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی جو حالت درجہ یقین میں ثابت ہو جائے اب جب تک اس سے آگے دوسری حالت میں جانے کا یقین نہ ہو، پہلی حالت برقرار سمجھی جائے گی، اور اسی کے پیش نظر اس پر حکم لگایا جائے گا۔

مثلاً ایک شخص یقیناً وضو کی حالت میں ہے اب اس کو شک ہوا کہ یہ حالت ختم ہو کر میں بے وضو کی حالت میں داخل ہوا یا نہیں؟ تو اس شک کی وجہ سے پہلی یقینی حالت کے خلاف اس کو بے وضو نہیں کہا جائے گا۔

اس قاعدہ کی رو سے اگر زیرِ نظر مسئلہ پر غور کیا جائے تو یہی کہنا پڑے گا کہ اسکرین پر آنے والا منظر تصویر اور شبیہ محرم کا منظر ہے جو کہ حرام ہے۔ کیونکہ ڈیجیٹل کیمرہ سے تصویر لینے کے طریق کار اور اخذ صورت میں ایک درجہ تک تو اتفاق اور یقین ہے۔ اس کے بعد شک کے منازل و درجات ہیں۔ لہٰذا یقین کے درجہ میں جو چیز ہے اسی کو اصل سمجھ کر حکم کا مدار بنایا جائے گا اور اس کے بعد شک کے کسی درجہ پر حکم کا مدار نہ ہوگا۔ اب وہ یقینی اور اتفاقی درجہ ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں: ڈیجیٹل کیمرے میں بھی شٹر کھلنے پر کیمرے کے لینز سے ہو کر روشنی اسی طرح گزرتی ہے جس طرح یہ عام

فلم کیمرہ کے لینز سے گزر کر فلم پر الٹا عکس بناتی ہے اور یہاں بھی عملِ انعکاس کے ذریعہ پہلے عکس وجود میں آتا ہے، یہاں تک دونوں میں بنیادی فرق نہیں ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ ڈیجیٹل کیمرہ پہلے عکس کو وصول کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ مکمل عکس بننے اور وجود میں آنے کے درجہ تک تو سب متفق ہیں، آگے اس عکس کو اسی حالت میں کسی دوسری جگہ منتقل کر کے محفوظ کیا جاتا ہے یا اس کی حالت مسخ ہو کر کسی دوسری ایسی حالت میں چلا جاتا ہے جہاں اس کا نام ونشان باقی نہیں رہتا۔ اس میں اب آراء مختلف ہیں، اور اختلاف دلیل ہے شک وشبہ کی، لہٰذا اس مشتبہ حالت کو سامنے رکھ کر حرمت وحلت کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ اتفاقی اور یقینی حالت کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ ہوگا، اور کہا جائے گا کہ اسکرین کا منظر اس محفوظ عکس کی شبیہ محرم ہے۔ لہٰذا حرام اور ناجائز ہے۔

قاعدہ نمبر (٦) :

﴿عرف وعادت﴾

اسکرین کے منظر کو عرف وعادت میں تصویر سمجھا اور بولا جاتا ہے، لہٰذا اس قاعدہ کی رو سے بھی یہ شبیہ محرم اور تصویر کے حکم میں داخل ہو کر حرام ہوگا۔

اعتراض : عرف کے معتبر ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ یہ عرف کسی مغالطہ کی وجہ سے نہ ہو۔ اگر مغالطہ کی وجہ سے ہے تو اس عرف کا بھی شرعاً اعتبار نہیں ہوگا۔ مثلاً

(۱) پینشن کی بیع

(۲) پراویڈنٹ فنڈ پر ملنے والا اضافہ کو سود سمجھنا اور بولنا

(۳) انعامی بانڈ

زیر بحث مسئلہ میں اولاً تو یہ مفروضہ کہ اس منظر کو عرف عام میں تصویر بولا اور سمجھا جاتا ہے،

درست نہیں۔ کیونکہ اگرچہ کچھ لوگ اس پر تصویر کا اطلاق کرتے ہیں لیکن محققین اسے تصویر کی بجائے عکس [IMAGE] کا نام دیتے ہیں..... اگر تسلیم کرلیا جائے کہ عرفِ عوام میں اس منظر کو تصویر سمجھا یا بولا جاتا ہے تو یہ سمجھنا اور بولنا ان کے مغالطہ کی بنیاد پر ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا...... اس بول چال کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ عکس کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔

جواب:

﴿اولاً﴾: جن مثالوں میں مغالطہ کی بنیاد پر عرف کو چھوڑ دیا ہے ان مثالوں میں اور زیر بحث مسئلہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ ان مثالوں میں یہ عرف قواعد شرعیہ فقہیہ اتفاقیہ کے خلاف ہے، جبکہ زیر بحث مسئلہ میں کسی قاعدہ شرعیہ کے خلاف نہیں۔ بلکہ جبالِ علم اور کئی ماہرین کی تحقیق کے مطابق ہے۔ لہٰذا اس عرف کو مزعومہ غیر یقینیہ اور غیر اتفاقیہ بات کی وجہ سے رد کرنا زبردستی سی معلوم ہوتی ہے۔

﴿ثانیاً﴾: اس کو مفروضہ کہنا بداہت کے خلاف ہے۔ جس کی گواہی ہر ذی عقل وفہم کا دل ضرور دیتا ہے۔ وہ لوگ جو ان مناظر کو شرائط کے تحت جائز سمجھ کر دیکھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ دیکھنے کے بعد دل سے یہ آواز آتی ہے کہ تو نے کوئی اچھا کام نہیں کیا اور ایک نحوست سی محسوس ہوتی ہے۔ جبکہ اصل کی طرح جہادی تربیت کے مناظر کا دیکھنا بھی عبادت ہونا چاہیے۔ اسی طرح علماء اور طلبہ کے عکوس دیکھنا اصل کی طرح کارِ ثواب ہونا چاہیے اور عبادت و کارِ ثواب سے دل میں نور پیدا ہونا چاہیے نہ کہ ظلمت۔

﴿ثالثاً﴾: یہ کہنا کہ محققین اسے تصویر کی بجائے عکس کہتے ہیں اور (مارشل برین) نے اس کو امیج [Image] کا نام دیا ہے۔ تو یہ بات کوئی خاص وزن نہیں رکھتی، کیونکہ (مارشل برین) کوئی محققین کا مجموعہ نہیں ہے۔ کتنے ہی محققین منظر محفوظ کرنے والی سی ڈی کو ویڈیو سی ڈی کا نام دیتے ہیں نہ کہ امیج سی ڈی کا۔ اگر تمام محققین کا اتفاق ہوتا تو اس سی ڈی کا نام امیج سی ڈی ہوتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ امیج کا معنی صرف عکس کرنا انگریزی لغت کے اعتبار سے درست نہیں۔ یہ لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کا حقیقی معنی (کاپی کرنا، نقل کرنا) ہے اور مستعمل فیہا معانی یہ بھی ہیں: خیال، تصور، بت، نقل

Image : Copy ; Likeness ; Picture in the imagination

(Popular Oxford Dictionary , page : 301)

﴿رابعاً﴾: یہ تاویل کرنا کہ عرف میں لفظ تصویر عکس کی جگہ استعمال ہوتا ہے، یہ بھی باطل ہے اور بداہت کے خلاف ہے۔ کوئی بھی اس کو آئینہ کے عکس کی طرح نہیں سمجھتا۔ اس لئے کبھی کسی نے دیکھنے کے لئے یہ عذر پیش نہیں کیا کہ یہ آئینہ کے عکس کی طرح ہے، جبکہ اس کے سوا مختلف قسم کے اعذار پیش کئے جاتے ہیں کہ معلومات حاصل ہوجاتی ہیں، بچے باہر جانے سے محفوظ ہوجاتے ہیں اور غلط ماحول سے حفاظت ہوجاتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ نیز آج تک ٹی وی گھر میں لاکر کسی نے کسی سے یہ بات نہیں سنی ہوگی کہ میں نے آئینہ کی طرح عکوس کا آلہ لایا ہے۔

اگر محققین اور عرف اس منظر کو عکس سمجھتے تو ٹیلی ویژن کا نام آلۂ عکوس ہوتا اور انگریزی میں اس کا نام ٹیلی امیجز (Tele images) ہوتا۔

﴿سائنس کیا کہتی ہے؟﴾

﴿اولاً﴾: تو اس مسئلہ کا مدار سائنسی تدقیقات پر نہیں بلکہ عرف و عادت پر ہے، اور عرف و عادت کے اعتبار سے یہ بات پہلے تفصیل سے گذر چکی ہے کہ عرف میں اس کو تصویر ہی سمجھا جاتا ہے۔

حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: تصویر ہونے نہ ہونے کا اعتبار عرف پر ہونا چاہیے نہ کہ سائنسی و فنی تدقیقات پر اور عرفِ عام میں اسے تصویر ہی سمجھا جاتا ہے۔ جیسے شریعت نے صبح صادق اور طلوع و غروب کا علم کسی دقیق علم و فن پر موقوف نہیں رکھا،

ظاہری و سہل علامات پر رکھا ہے۔ (احسن الفتاوی ۹/۸۹)

اشکال : کسی حکم شرعی کی بنیاد کسی سائنسی تحقیق پر رکھنا اور بات ہے اور کسی سائنسی ایجاد کے بارے میں اس کے ماہرین سے اس ایجاد کی حقیقت معلوم کر کے اس کا حکم شرعی معلوم کرنا اور بات ہے۔ اگر سوال کا مقصد پہلی صورت ہے تو اس سے انکار نہیں اور اگر دوسری صورت ہے تو یہ تسلیم نہیں۔

جواب : جو چیز عرف و عادت سے ثابت اور متعین ہو جائے اس کے خلاف کسی مضبوط اور سو فیصد یقینی دلیل کے بغیر فیصلہ کرنا درست نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ ﷺ کو اہلِ فارس اور اہلِ روم کے ہاں غیلہ کا عام عرف و عادت کا بے ضرر ہونا معلوم ہو گیا تو آپ ﷺ نے اپنے ارادے اور فیصلے (جو وحی پر مبنی نہیں تھا) کو چھوڑ دیا اور غیلہ کی اجازت دی۔ اسی طرح تأبیر النخل کی صورت میں جب عام عادت و عرف سے پتہ چل گیا کہ یہ عمل سب کرتے بھی ہیں اور فائدہ مند بھی ہے تو آپ ﷺ نے اپنی رائے جو وحی پر مبنی نہ تھی، چھوڑ دی اور تابیر النخل کی اجازت دے دی۔

زیرِ نظر مسئلہ میں جب قدیم سے یہ بات چلی آرہی ہے کہ جاندار کی وہ شبیہ جو انسانی صنعت و اختیار کے بعد وجود میں آتی ہے جیسے مجسمہ اور تصاویر، حرام ہے۔ اور اسکرین پر آنے والا منظر بھی انسان کی صنعت واختیار کے بعد وجود میں آتا ہے لہٰذا یہ اس قدیم ایجاد کا ایک حصہ ہے اور شبیہ محرم میں داخل اور حرام ہے۔ اس کو نئی ایجاد جیسے مکبر الصوت، ٹیلیفون، وائرلیس وغیرہ کی طرح سمجھ کر دو شقیں بنانا اور پھر اسکرین کے اس منظر کو جدید ایجاد میں داخل کرنا ہرگز درست نہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں :

اس بحث میں سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ تصویر کشی صرف اسی کا نام نہیں کہ قلم سے تصویر بنائی جائے یا پتھر وغیرہ کا بُت تراشا جائے، بلکہ وہ تمام صورتیں تصویر کشی میں داخل ہیں جن کے ذریعے تصویریں تیار ہوتی ہیں، خواہ وہ آلاتِ قدیمہ کے ذریعہ ہو یا آلاتِ جدیدہ فوٹو

گرافی یا طباعت وغیرہ سے، کیونکہ آلات و ذرائع کی تخصیص ظاہر ہے کہ کسی کام میں مقصود نہیں ہوتی، احکام کا تعلق اصل مقصد سے ہوتا ہے، اس لئے جیسے قلم ذریعۂ تصویر کشی ہے، ایسے ہی طباعت اور آلاتِ فوٹو گرافی ذریعۂ تصویر سازی ہیں، بلکہ بلا واسطہ آلہ کے تو کوئی تصویر بھی نہیں بنتی، کیا قلم آلہ نہیں ہے؟ پھر آلات کے احکام مختلف ہونے کے کوئی معنی نہیں، اس بیان سے مسائل ذیل مستفاد ہوتے ہیں۔

مسئلہ : جیسے قلم سے تصویر کھینچنا ناجائز ہے ایسے ہی فوٹو سے تصویر بنانا یا چھاپہ پریس پر چھاپنا یا سانچہ اور مشین وغیرہ میں ڈھالنا یہ بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ : وہ چیزیں جو غیر ذی روح نباتات یا جمادات میں سے ہیں لیکن ان کی عبادت کی جاتی ہے جیسے شمس و قمر اور ہندوستان میں پیپل کا درخت اور دریائے گنگا وغیرہ، ان کی تصویر بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، علامہ شامی ردالمحتار میں اس کو جائز قرار دیتے ہیں اور شیخ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مشکوۃ میں باقتضائے قواعد اس کو بھی ناجائز فرماتے ہیں، عبارت شامی کی یہ ہے :

او بغير ذی روح لا يكره لا نها لا تعبد (در مختار) فان قيل عبد الشمس والقمر والكواكب والشجرة الخضراء، قلنا عبد عينه لا تمثاله فعلى هذا ينبغي ان يكره استقبال عين هذه الاشياء معراج ،اى لانها عين ما عبد بخلاف مالو صورها واستقبل صورتها. (شامی مكروهات الصلوة ١/٦٠٧)

اور عبارت مرقاۃ شرحِ مشکوۃ کی یہ ہے :

واما ما عبد من دون الله ولو كان من الجمادات كالشمس والقمر فينبغي ان يحرم تصويره. (مرقاة ٤/٤٨٦)

لیکن از روئے قواعد علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ زیادہ واضح اور مختار للفتویٰ ہے، اور کل خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جن چیزوں کی خود تصاویر پوجی جاتی ہیں، ان کی تصویر بنانا جائز نہیں، اگر چہ

غیر ذی روح میں سے ہوں، لیکن جن کی تصاویر کی پرستش نہیں ہوتی اگر چہ خود ان چیزوں کی پرستش ہوتی ہے تو ان کی تصویر جائز ہے، مثلاً: چاند، سورج یا پیپل اور گنگا کی پرستش کی جاتی ہے، مگر ان کی تصویر کی پرستش نہیں ہوتی، تو ان چیزوں کی تصویر بنانا جائز رہے گا اور صلیب کی تصویر بھی پوجی جاتی ہے اس لئے اس تصویر بنانا اور پاس رکھنا بھی جائز نہیں، اگر چہ وہ بھی غیر ذی روح کی تصویر ہے۔

"لما في رد المحتار والظاهر انه يلحق به الصليب وان لم يكن تمثال ذي روح لان هف يه تشبها بالنصارى ويكره التشبه بهم في الزى وان لم يقصده."

(شامی ۱/۶۰۶، ط :استنبول)

اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو باب دوم میں حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی گئی ہے۔

ان رسول ﷺ كان لا يترك في بيته شيئا فيه صليب.

(بخاری، ابو داؤد، والنسائی کتاب اللباس)

(تصویر کے شرعی احکام صفحہ ۷۱، ۷۳، ۷۴)

ہاں! ہر وہ جدید ایجاد جو عرف وعادت کے فیصلوں اور قدیم ایجاد کا حصہ ہونے سے آزاد ہوگی اس کے بارے میں یہ بات بجا ہے کہ ماہرین سے اس کی حقیقت معلوم کر لی جائے، اگر وہ کسی حقیقت پر متفق ہو جائیں تو اس کو سامنے رکھ کر اس کا حکم بتا دیا جائے گا اور اگر خود ماہرین کا اس میں اختلاف ہو جائے تو اس صورت میں شاید صحیح بات یہی ہوگی کہ احتیاط کے پہلو کو سامنے رکھ کر اس کا حکم بتایا جائے۔

الحاصل اسکرین پر آنے والا منظر عرف وعادت کے فیصلوں اور قدیم ایجاد کا حصہ ہونے سے:

﴿اولاً﴾ : چونکہ آزاد نہیں لہٰذا اس میں تشقیق بے جا ہے اور ﴿ثانیاً﴾ : بفرض محال اگر ہم اس کو آزاد تصور بھی کر لیں تو اس میں ماہرین کا شدید اختلاف ہے۔

جامعہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، جامعہ فاروقیہ اور جامعۃ الرشید وغیرہ متعدد اداروں نے ماہرین سے جو تحقیق کروائی ہے اس کا حاصل ان حضرات کی نظر میں یہ ہے کہ یہ شبیہ محرم اور تصویر ہے۔

نیز امریکی فیڈرل کورٹ نے ایک مقدمہ میں جو فیصلہ دیا ہے اس میں بھی اسکرین پر برقی اشارات کے ذریعہ سے نمودار ہونے والے منظر کو تصویر قرار دیا ہے۔

جبکہ قائلینِ حکمِ عکس خود اس کو عینِ عکس ماننے سے منکر ہیں۔ رہا ان کا تصویر سے انکار کرنا تو یہ انکار شبیہ محرم اور شبیہ مباح میں بنیادی فرق صنعت واختیار کو نہ سمجھنے پر مبنی ہے، اس لئے اس کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔

﴿ ثانیاً ﴾: اگر اس کا مدار سائنسی تحقیق پر بھی رکھا جائے تو درج ذیل دو وجہوں کی بناء پر وہ بھی پوری طرح مجوزین کے لئے مفید نہیں۔

(۱) متعدد اداروں کا کہنا ہے کہ ہم نے ماہرین سے جو تحقیق کروائی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اسکرین پر آنے والا منظر شبیہ محرم اور تصویر ہے۔

آخر میں ان ماہرین کی تحقیقی رپورٹ پر مبنی تفصیلات جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے حوالے سے پیش کی جائے گی۔

(۲) شبیہ محرم اور شبیہ مباح میں بنیادی فرق صنعت واختیار اور تصرف کے ہونے نہ ہونے کا ہے۔ اسکرین کا یہ منظر اس بنیادی وجہ میں جس کے ساتھ شریک ہوگا اسی کا حکم دیا جائے گا۔

اب ہم سائنس سے پوچھتے ہیں کہ اسکرین پر آنے والا منظر اس بنیادی فرق میں کس کے ساتھ شریک ہے؟ تو سائنس کہتی ہے کہ یہ تصویر کے ساتھ شریک ہے کیونکہ جس طرح تصویر اور شبیہ محرم انسانی صنعت واختیار کے بعد وجود میں آ کر انسانی تصرفات سے آزاد نہیں ہوتی اسی طرح یہ منظر بھی ہے کہ انسانی صنعت واختیار کے بعد وجود میں آتا ہے اور انسانی تصرفات کے تابع ہوتا ہے۔ کیونکہ تصاویر کے رنگ و روغن میں اور منظر کو مزید خوشنما یا بدنما بنانے میں انسان اس میں

تصرف کرتا رہتا ہے۔ کما لا یخفی

ثالثاً: اگر ان حضرات کی سائنسی تحقیق کو بھی مان لیا جائے تو سائنس کا جواب یہ ہوگا کہ جس طرح ایک شاگرد کسی استاذ سے تصویر سازی اور منظر کشی کی تعلیم حاصل کر کے اس تعلیمی قابلیت کی بنیاد پر کسی منظر کو بنا کر دکھانے کی قدرت رکھتا ہے اسی طرح سائنس رسائنسی آلات بھی منظر دیکھ کر ایسی صلاحیت اور قابلیت حاصل کر لیتی ہے کہ جب چاہے اس قابلیت کی بنیاد پر بعینہ اسی منظر کو یا اس میں کچھ کمی وبیشی کر کے اسکرین پر بنا کر دکھا سکتی ہے، البتہ اس تصویر سازی کا گناہ سائنسی آلات کو نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ بے اختیار ہے۔ گناہ اس متسبب مختار شخص کو ہوگا جس نے اُسے چلایا ہے۔ جبکہ پہلی صورت میں چونکہ بنا کر دکھانے والا خود فاعل مختار ہے، جس کی طرف براہ راست تصویر سازی کی یہ نسبت درست ہے۔ لہٰذا گناہ بھی اسی کو ملے گا۔

رہی یہ بات کہ یہ آلات ایک منٹ میں درجنوں بار تصویر بناتے اور مٹاتے ہیں، تو دو وجہ سے یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں جس کی بناء پر سائنس کا یہ عمل تصویر سازی سے خارج ہو جائے۔

(۱) قیامِ تصویر کے لئے کسی کتاب میں امتداد وقت کی کسی مقدار کا شرط ہونا مذکور نہیں (یعنی یہ شرط نہیں کہ اتنی دیر تک باقی رہ کر نظر آئے تو تصویر ہے ورنہ نہیں) پس تصویر سازی کے لئے تصویر کا اس طور پر بنانا کہ اصل کے تابع نہ رہے خواہ ایک لمحہ کے لئے ہی کیوں نہ ہو، کافی ہے۔

یہ کہنا کہ ''وہ ہر لمحہ فنا ہو کر دوبارہ بن رہا ہوتا ہے'' اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بننے کو تو سب مانتے ہیں اور ایسی صورت میں ایک منٹ کے اندر ایک تصویر بنانے کے بجائے درجنوں تصاویر بنانے کا گناہ ہوگا۔ جیسا کہ حضرت اقدس مفتی اعظم مفتی رشید احمد صاحب قدس سرہ نے فرمایا:

''اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وہ مٹ جاتی ہے پھر بنتی ہے یہی عمل ہر لحظہ جاری رہتا ہے اس میں تو اور زیادہ قباحت ہے کہ بار بار تصویر بنانے کا گناہ ہوتا ہے'' (احسن الفتاوی ۹ر۸۹)

(۲) اتنی کثرت سے بنانا کہ بادی النظر میں وہ مسلسل تصویر کی طرح نظر آرہا ہو، کو بھی

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصویر قرار دیا ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : (قوله : أو ممحوة عضو لا تعيش بدونه) تعميم بعد تخصيص ، و هل مثل ذلک ما لو كانت مثقوبة البطن مثلاً و الظاهر أنه لو كان الثقب كبيرا يظهر به نقصها فنعم و الا فلا ، كما لو كان الثقب لوضع عصا تمسک بها كمثل صور الخيال التي يلعب بها لأنها تبقى معه صورة تامة تأمل (الشامية ، كتاب الصلوة ۲ / ۵۰۴)

اب ایک بات رہ جاتی ہے کہ یہ مٹنا ایسا نہیں ہوتا کہ آلہ نے اس کو مٹا دیا بلکہ خود بخود مٹتا چلا جاتا ہے۔ تو یہ بات بھی کچھ ایسی خاص وزنی نہیں، کیونکہ اگر کوئی ہاتھ کے ذریعہ سے ایسی سیاہی کی مدد سے تصویر بنا دے جو تھوڑی دیر میں خود بخود سیاہی اڑ کر ختم ہو جائے، تو کیا ایسی سیاہی سے تصویر بنانا جائز ہوگا؟ ظاہر ہے کہ اس کو کوئی بھی جائز نہیں کہے گا اور دونوں میں جلدی اور تاخیر سے مٹنے کے فرق کو مدارِ حکم بنانا درست نہ ہوگا۔

مفتی اعظم حضرت مفتی رشید احمد صاحب قدس سرہ کا جواب اور اس پر بعض اعتراضات کے جوابات

ویڈیو کیمرہ کی مدد سے بنائی گئی تصویر کے بارے میں کیے گئے ایک سوال کے جواب میں حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اس بارے میں مندرجہ ذیل امور قابلِ غور ہیں۔

(۱) ویڈیو کیمرے سے کسی بھی تقریب کی منظر کشی کا عمل تصویر سازی کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے جیسے قدیم زمانے میں تصویر ہاتھ سے بنائی جاتی تھی پھر کیمرے کی ایجاد نے اس قدیم طریقہ میں ترقی کی اور تصویر ہاتھ کی بجائے مشین سے بننے لگی جو زیادہ سہل اور دیرپا ہوتی ہے۔ اب اس عمل میں نئی نئی سائنسی ایجادات نے مزید ترقی اور جدت پیدا کی اور جامد و ساکن کی طرح اب

چلتی پھرتی دوڑتی بھاگتی صورت کو بھی محفوظ کیا جانے لگا۔

یہ کہنا صحیح نہیں کہ اس کو قرار و بقاء نہیں۔ اگر اس کو بقاء نہیں تو وہ ٹی وی اسکرین پر چمکتی دمکتی اچھلتی کودتی نظر آنے والی چیز کیا ہوتی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ وہی تصویر ہے جو کسی وقت لے کر محفوظ کر لی گئی تھی، صرف اتنی بات ہے کہ کیسٹ کی پٹی میں ایسی فنی جدت سے کام لیا گیا کہ دیکھنے میں پٹی خالی نظر آتی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ وہ تصویر مٹ کر معدوم نہیں ہوئی ورنہ وی سی آر پر دوبارہ کیسے ظاہر ہوسکتی؟

(۲) اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ وہ مٹ جاتی ہے اور پھر بنتی ہے، یہی عمل ہر لحظہ جاری رہتا ہے تو اس میں تو اور زیادہ قباحت ہے کہ بار بار تصویر بنانے کا گناہ ہوتا ہے۔

(۳) اس کو عکس کہنا بھی صحیح نہیں، اس لئے کہ عکس اصل کے تابع ہوتا ہے، اور یہاں اصل کی موت کے بعد بھی اس کی تصویر باقی رہتی ہے۔

(۴) اگر عدم بقاء یا اس کا عکس ہونا تسلیم کرلیا جائے تو عوام اس دقیق فرق کو نہیں سمجھتے، اس کی گنجائش دینے سے ان میں تصویر سازی کی لعنت کے جواز کی اشاعت اور خوب تبلیغ ہوگی، اور واقعی و متفق علیہ تصویر کو بھی جائز سمجھنے کا مفسدہ پیدا ہوگا۔

(۵) تصویر ہونے نہ ہونے کا مدار عرف پر ہونا چاہیے نہ کہ سائنسی و فنی تدقیقات پر، اور عرفِ عام میں اسے تصویر ہی سمجھا جاتا ہے، جیسے شریعت نے صبح صادق اور طلوع و غروب کا علم کسی دقیق علم و فن پر موقوف نہیں رکھا، ظاہری و سہل علامات پر رکھا ہے۔

(۶) اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ عوام بار بار فرق کا اعلان کرنے سے سمجھ گئے ہیں یا سمجھ جائیں گے تو بھی اس میں عام تصویر سے کئی گنا بڑھ کر مفاسد پائے جاتے ہیں، جن میں سے چند ایک اوپر بیان کیئے گئے ہیں، ظاہر ہے کہ کسی چیز کے جواز یا عدم جواز کا فیصلہ اس کے عام استعمال و ابتلاء کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے نہ کہ قلیل کالعدم استعمال کے پیش نظر۔

ماضی قریب کے بعض ملحد و گمراہ مفکرین نے سینما دیکھنے کو یہ کہہ کر جائز قرار دیا تھا کہ یہ سینما ہال میں اسکرین پر ظاہر ہونے والی صورت تصویر نہیں عکس ہے، اس سے نوجوان نسل کو عریاں وفحش فلمیں دیکھنے کی جو ترغیب وتشجیع ہوئی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، وہ ایک ناجائز وحرام فعل کو جائز سمجھ کر بے محابا کرنے لگے، اب یہی حال بعض علماء کی اس نئی تحقیق کا ہے کہ ویڈیو تصویر کو چونکہ قرار و بقاء نہیں اس لئے یہ تصویر نہیں، اس سے وہ افراد جو ٹی وی وغیرہ کو ناجائز سمجھ کر اس سے گریزاں و ترساں تھے، ان کو اس گنجائش سے کھلی چھٹی مل گئی اور وہ جائز و منکرات سے پاک مناظر کو دیکھنے کے بہانے رفتہ رفتہ ہر غلط پروگرام، رقص و سرور اور عریانی و فحاشی کے مناظر دیکھنے میں مبتلاء ہو رہے ہیں، اس کا محض امکان نہیں بلکہ وقوع ہے کہ بعض بظاہر دیندار لوگوں نے مسلمانوں کی مظلومیت اور جہاد کے مناظر دیکھنے دکھانے کے بہانے ٹی وی اور وی سی آر خریدا اور پھر ہر فحش ڈرامہ اور فلم دیکھنے کے عادی ہو گئے، اس طرح نوجوان نسل دنیا و آخرت کی تباہی کا شکار ہو رہی ہے اور بعض مخلص دینی جماعتوں اور جہادی تنظیموں سے منسلک نوجوان اپنے اندر دین و جہاد کا جذبہ پیدا کرنے کی بجائے بے راہ روی اور غلط روش کا شکار ہو رہے ہیں، جس سے دین و جہاد کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔

اللھم انا نعوذ بک من شرور الفتن ما ظھر منھا و ما بطن ، أنت العاصم و لا ملجأ و لا منجأ منک الا الیک ، و اللہ سبحانہ و تعالی أعلم

(أحسن الفتاوی ۹ / ۸۸)

اعتراض : ظاہر نظر میں اچھلتی کودتی زندہ تصویر نظر آتی ہے لہٰذا یہ منظر تصویر سے بھی ایک قدم آگے ہے [کوئی وزنی بات نہیں کیونکہ] اگر کوئی حقیقت کسی دوسری حقیقت سے مختلف ہو تو صرف ظاہری اعتبار سے اس کی طرح ہونے یا اس حقیقت سے ظاہری اعتبار سے ایک قدم آگے ہونے کی وجہ سے ایک پر دوسرے کا حکم لگایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صرف ظاہری

مشابہت کی وجہ سے ایک پر دوسرے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، بلکہ شریعت ....اصل حقیقت کے اعتبار سے ہی حکم لگاتی ہے۔

جواب:

﴿اولاً﴾: یہ تفصیل زیر نظر مسئلہ میں تو چل ہی نہیں سکتی کیونکہ یہاں صرف ظاہری مشابہت نہیں بلکہ تصویر اور منظر دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ تصویر کی حقیقت مضاہاۃ اور پائیداری و بقاء یعنی صنعت واختیار پر مبنی ہے، اور اس بنیادی حقیقت میں یہ اسکرین پر نظر آنے والا منظر بھی تصویر کے ساتھ پورے طور پر شریک ہے۔

البتہ اعتراض میں بیان کردہ تفصیل اشبہ بالعکس ہونے کے دلائل میں چلتی ہے، کیونکہ اشبہ بالعکس کے سلسلے میں بیان کردہ تمام دلائل سے صرف ظاہری مشابہت ثابت ہو رہی ہے، حقیقت جن اجزاء پر مبنی ہے ان میں سے کسی ایک جزء میں بھی مشابہت نہیں۔ لہٰذا اس کو عکس کا حکم دینا جائز نہ ہوگا، بلکہ حقیقت کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ یہ شبیہ محرم اور تصویر ہے اس کا بنانا اور دیکھنا دونوں حرام ہے۔

﴿ثانیاً﴾: وہ امور جن کا تعلق دیانات سے ہے معاملات سے نہیں، اس میں ظاہری مشابہت کو بالکلیہ نظر انداز کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

صحیح بخاری میں یہ قصہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اعتکاف کے دنوں میں ملاقات کے لئے ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائی تھیں، واپسی پر جب آنحضرت ﷺ ان کو گھر تک چھوڑنے کے لئے ساتھ روانہ ہوئے تو مسجد کے دروازے کے پاس ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کے دروازے کے قریب آپ ﷺ ان کے ساتھ کھڑے ہو کر گفتگو فرما رہے تھے کہ دو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہاں سے گزرے، انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور آگے بڑھے، آپ ﷺ نے انہیں آواز دے کر رکوایا اور فرمایا کہ یہ صفیہ بنت حیی ہیں،

تا کہ وہ جان سکیں کہ آپ ﷺ اپنی زوجہ مطہرہ کے ساتھ گفتگو فرما رہے ہیں، جس پر انہوں نے عرض کی کہ سبحان اللہ! یارسول اللہ (ﷺ)! بھلا آپ کے بارے میں ہمارے دلوں میں کچھ آسکتا ہے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک شیطان تو انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے، مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی نہ ڈال دے۔ (بخاری ۱/۲۷۲، ۲۷۳، قدیمی کتب خانہ)

اس قصہ میں اجنبی عورت سے گفتگو کے ساتھ صرف ظاہری مشابہت تھی، حقیقت میں کوئی مشابہت نہ تھی، جس سے بچنے کا آپ ﷺ نے اس قدر اہتمام فرمایا۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی کا مشہور قصہ فضل الباری میں فتح الباری کے حوالے سے منقول ہے کہ امام بخاری کو زمانہ طالب علمی میں دریا کا سفر پیش آیا، امام کے پاس ایک ہزار اشرفیاں تھیں دوران سفر ایک شخص حسن عقیدت سے پیش آیا اور راہ ورسم قائم کر لی امام نے اس سے اپنی اشرفیوں کا ذکر کر دیا ایک دن صبح ہی اس شخص نے شور وغل مچانا شروع کر دیا لوگوں نے متعجب ہو کر اس آہ وبکا کا سبب دریافت کیا تو بولا میرے پاس ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی تھی آج وہ میرے سامان میں نہیں ہے تفتیش کے لئے جہاز والوں کی تلاشی لی جانے لگی امام نے یہ دیکھ کر تھیلی سمندر میں ڈال دی امام کی تلاشی بھی لی گئی جب کسی مسافر کے سامان سے وہ تھیلی نہ نکلی تو لوگوں نے اس شخص کو اس حرکت پر شرمندہ کیا جب سفر ختم ہو گیا اور جہاز کے تمام مسافر اتر گئے تو تنہائی میں وہ شخص امام بخاری رحمہ اللہ تعالی سے ملا اور اشرفیوں کے بارے کہنے لگا کہ آپ نے اشرفیوں کی جس تھیلی کا مجھ سے ذکر کیا تھا، وہ کہاں ہے؟ امام صاحب رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ میں نے اسے سمندر میں پھینک دیا تھا، اس نے کہا کہ اتنی بڑی رقم کو برباد کرنے کے لئے آپ کیسے آمادہ ہوئے اور اس کا ضیاع کس طرح برداشت کیا؟ امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ میری پوری زندگی سید الکونین ﷺ کی احادیث کی تدوین وترتیب میں گزر گئی اور اب میری ثقاہت اور دیانت اور پاکیزگی ضرب المثل بن گئی ہے تو جو دولت میں نے زندگی کی بہاروں اور عمر عزیز کے گراں قدر لمحات کو گنوا کر حاصل کی ہے، چوری

کا شبہہ اپنے اوپر لے کر اسے کیسے لٹا دیتا۔ (فضل الباری ۱/۵۵)

اور یہی اصول حدیث میں سے ایک اصل ہے کہ متہم بالکذب وغیرہ کی حدیث بھی مقبول نہیں۔

قال ابن الحجر : اما أن يكون لكذب الراوی أو تهمته بذلک

(شرح شرح نخبة الفكر : ۴۳۰، قديمی كتب خانه)

اسی طرح اس قولی حدیث ﴿ اتقوا مواضع التهم ﴾ سے یہ قاعدہ مستنبط ہوسکتا ہے کہ جس کا ظاہر گناہ کے ظاہر سے مشابہ ہو اور اس کے اختیار کرنے سے تہمت لگنے کا خطرہ ہو تو اس سے بھی بچنا چاہیے۔

تنبیہ: یہ حدیث اگرچہ لفظاً ثابت نہیں لیکن معنیٰ صحیح ہے۔ اسی معنیٰ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر مروی ہے : من سلک مسالک الظن أتهم، و رواه الخرائطی فی مكارم الأخلاق مرفوعا (كشف الخفا ۱/۳۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

عن عائشة رضی الله تعالی عنها قالت: كان عتبة بن أبی وقاص عهد الی أخيه سعد بن أبی وقاص أن ابن وليدة زمعة منی فاقبضه اليک، فلما كان عام الفتح أخذه سعد فقال: انه ابن أخيه، و قال عبد بن زمعة: أخی، فتساوقا الی رسول الله ﷺ فقال سعد: يا رسول الله! ان أخی كان عهد الی فيه، و قال عبد بن زمعة: أخی و ابن وليدة أبی ولد علی فراشه، فقال رسول الله ﷺ: هو لک يا عبد بن زمعة، الولد للفراش و للعاهر الحجر، ثم قال لسودة بنت زمعة: احتجبی منه لما رأی من شبهه بعتبة فما رآها حتی لقی الله، متفق عليه (المشكوة : ۲۸۷)

حضرت سودۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پردہ کا حکم دینا یہ بھی صرف ظاہری مشابہت کی بناء پر تھا ورنہ حقیقت میں الولد للفراش و للعاهر الحجر کے قانون کے مطابق ان کا بھائی تھا۔

﴿ ثالثاً ﴾ : کچھ حضرات نے بینکنگ کی بعض صورتوں کا ذکر کیا ہے کہ صورۃً سودی بینکنگ کے

مشابہ ہیں اور حقیقۃً فرق ہے۔ یہ بھی خوش فہمی کی بات ہے۔ کیونکہ متعدد علماء کرام فرماتے ہیں کہ ان کے صرف الفاظ شرعی ہیں، معنی اور حقیقت میں سود ہے۔ اور اس کی مثال بعینہ اس طرح ہے جیسے گدھے کو حلال جانوروں کے ناموں سے حلال کرنے کی کوشش کی جائے ظاہر ہے کہ ناموں سے حلال نہیں ہوگا جب تک نمک کی کان میں مر کر کچھ عرصہ گزار کر اپنی حقیقت سے دست بردار نہ ہو جائے۔

مثلاً لزوم والتزام کے الفاظ استعمال کر کے یہ کوشش ضروری ہے کہ لزوم کو کسی طرح التزام میں داخل کر کے حلال کر دیا جائے، جبکہ نہ تو ان الفاظ سے وہ اس میں داخل ہوا ہے اور نہ ہی کوئی اس کو داخل سمجھتا ہے۔

التزام کی حقیقت دیانات میں تو مسلم ہے کہ ایک آدمی یہ کہہ دے کہ میں نماز میں کوتاہی یا غیبت کروں تو میں اتنا صدقہ کرونگا، لیکن معاملات میں جہاں انسان اپنے آپ کو ادا کرنے پر کسی قانون کے دباؤ میں مجبور سمجھتا ہو، وہاں التزام کا لفظ تو ہوگا مگر اس کی حقیقت نہ ہوگی۔ لہٰذا بقول بعض کے ظاہری الفاظ اور تحریر پر حکم لگانے کے بجائے، حقیقت پر حکم لگانا چاہیے۔

تنبیہ ۱ : اس مسئلہ کی مالہا وما علیہا تفصیلات ہماری کتاب ''غیر سودی بینکاری، ایک منصفانہ علمی جائزہ'' میں ملاحظہ ہوں۔

تنبیہ ۲ : حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے جواب کی جن دوسری شقوں پر بعض نے اعتراضات کئے ہیں، ان کے جوابات تفصیل سے گذشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں۔

﴿بعض تسامحات کی نشاندہی﴾

نمبر (۱) : سود حرام لعینہ ہے اس کے باوجود اس کی مشابہت سے بچنا شرعاً فرض و واجب نہیں صرف افضل و اولیٰ ہے۔

جواب : یہ ایک تسامح ہے کیونکہ شبہہ ربوا کی ممانعت ربوا ہی کی طرح ہے۔

فتحقق شبهة الربوا و هى مانعة كالحقيقة (الهداية ۳ / ۸۳، ط رحمانية)

البتہ شبہۃ شبہۃ ربوا کا حکم حقیقت ربوا کی طرح نہیں۔

فتنزل الشبهة فيه الى شبهة الشبهة و هى غير معتبرة

(الهداية ۳/ ۸۴،ط رحمانية)

اس طرح سماع موتی جو ذریعۂ شرک ہے عوام کے سامنے ان کو شرک سے بچانے کے لئے اس کا انکار کرنا ضروری ہے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: البتہ عوام کا سا اعتقاد و اثبات کہ اس کو حاضر و ناظر متصرف مستقل فی الامور سمجھتے ہیں، یہ صریح ضلالت ہے اگر اس کی اصلاح بدون انکار سماع کے نہ ہو سکے تو انکارِ سماع واجب ہے۔

(التكشف عن مهمات التصوف :۳۹۲، کتب خانہ مظہری)

نمبر (۲) : ذریعہ کا ذریعہ سببِ بعید ہے جو فی نفسہ ناجائز نہیں جیسا کہ...... بدنظری سداً للذرائع ناجائز ہے جبکہ گھر سے نکلنا جو کہ بدنظری کا ذریعہ بنتا ہے وہ ناجائز نہیں کیونکہ یہ ذریعہ کا ذریعہ ہے، اور ذریعہ کا ذریعہ سبب بعید ہے اس لئے ناجائز نہیں۔

جواب : یہ بھی ایک تسامح ہے کیونکہ ہر ذریعہ کے ذریعہ کو سببِ بعید کہہ کر اس کے جائز ہونے کا فتویٰ، نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ﴿باب من اطلع فى بيت قوم ففقؤا عينه فلا دية له﴾ (البخاری ۲ / ۱۰۲۰) قائم کر کے اس مضمون کی کئی احادیث کو ذکر فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے گھر میں جھانکنا بہت بڑی معصیت ہے حالانکہ یہ بدنظری کا ذریعہ ہے۔

اسی طرح بدنظری کے ماحول میں جا کر سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنا بدنظری کا ذریعہ ہونے کی وجہ

سے ناجائز ہے۔اور حدیث:

عن علی ﷺ قال : قال رسول اللہ ﷺ : لا تتبع النظرة النظرة فان الأولی لک و الآخرة علیک (سنن الدارمی : ۸۹۱، دار المعرفة، بیروت)

اس کے ساتھ خاص ہے کہ جہاں آپ کو ظن غالب یہ ہو کہ کوئی نامحرم نہیں ہے اس وقت اگر اچانک کوئی خاتون سامنے آجائے اور نظر پڑ گئی تو معاف ہے اور جہاں آنے کا ظن ہو وہاں نظر اٹھا کر دیکھنا ہی جائز نہیں، لہٰذا پہلی نظر بھی معاف نہیں۔اسی طرح شرعی پردہ فرض ہے، جبکہ بے پردگی حرام ہے جو ذریعہ ہے شہوۃ کا جو کہ ذریعہ ہے زنا کا۔

ماہرینِ فن کی آراء کی روشنی میں

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے علماء کرام کی تحقیقی کاوش

"......... جدید دور میں کیمرہ کی مدد سے تصویر سازی کا طریقہ جب رائج ہوا تو اس کے تیکنیکی اور فنی نظام کا جائزہ لینے کے بعد ہی حتمی رائے قائم کی جانا ممکن تھا، لہٰذا تحقیق کی گئی اور تحقیق کے بعد جو بات واضح ہوئی وہ نذر قرطاس ہے۔

کیمرہ کے ذریعہ بنائی جانے والی تصاویر کے دو طریقے یا نظام ہیں:

(۱) قدیم نظام جس کو اینالوگ سسٹم (غیر عددی نظام) کہتے ہیں۔

(۲) جدید نظام جس کو ڈیجیٹل سسٹم (عددی نظام) کہتے ہیں۔

(۱) اینالوگ سسٹم (غیر عددی نظام):

اینالوگ سسٹم میں تصویر سازی کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ کسی واقعی منظر کے عکس کا ایک پائیدار نقش کسی سطح مثلاً کیمرہ کی ریل کے فیتے، یا کسی پلاسٹک یا منعکس ہونے والی ساخت کی سطح پر محفوظ کر لیا جاتا ہے، جس کو بعد میں نیگیٹیو میں دیکھا جا سکتا ہے اور اس کے بعد مخصوص کیمیائی عمل سے گزار کر

مخصوص کاغذ پر اصل منظر کے مثل، نقش کی صورت میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جن کیمروں میں ریل استعمال کی جاتی ہے ان سے حاصل کردہ تصاویر اسی نظام کے تحت بنائی جاتی ہیں۔

(۲) ڈیجیٹل سسٹم (عددی نظام):

(۱) ڈیجیٹل سسٹم میں تصویر سازی کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جس منظر کو محفوظ کرنا یا دکھایا جانا مقصود ہوتا ہے، منظر کو اخذ کرنے والا اس منظر کے اندر موجود، رنگوں کی روشنی کی لہروں کو، برقی لہروں میں تبدیل کرتے ہوئے وصول کرنے والے آلے کی طرف ارسال کرتا ہے۔

(۲) پھر وصول کرنے والا آلہ (ریسیور) ان برقی لہروں کا ترجمہ ان کی قوت کی نشاندہی کرنے والے ایک اور صفر کے جوڑوں پر مشتمل اعداد کی صورت میں ایک مسلسل ترتیب کے ساتھ کرتا ہے۔

(۳) اعداد کی صورت میں بھیجے گئے منظر کا ترجمہ کرنے کے بعد کیمرہ میں موجود، سکینر (تقطیع کرنے والا آلہ) اس مکمل منظر پر دلالت کرنے والے اعداد کے مسلسل ترجمے کو سینکڑوں یا ہزاروں مربع خانوں میں تقسیم کر دیتا ہے، یہ تقسیم جب تک کیمرہ کے اندر ہو رہی ہوتی ہے یہ غیر حسی ہوتی ہے۔ (البتہ ایک عقلی اور معنوی تقسیم ہو چکی ہوتی ہے)

(۴) ان مربع خانہ میں موجود ایک اور صفر کے جوڑوں پر مشتمل اعداد دراصل بجلی کی اس قوت پر دلالت کرتے ہیں جس سے رنگوں کی ویسی ہی لہریں پیدا ہوں جیسی لہریں اصل منظر کے اس حصہ میں تھیں جس حصہ کی ترجمانی یہ مربع خانہ کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ اس چوکور خانے میں مطلوبہ رنگوں کے موافق بجلی کی لہروں پر دلالت کرنے والے اعداد و شمار (ایک اور صفر کے جوڑوں) کے ساتھ یہ ہدایت بھی محفوظ ہوتی ہے کہ اس مربع خانے کے اعداد کے موافق قوت کی برقی لہروں سے روشنی کے رنگوں کی لہروں کو اسکرین کے پیچھے موجود فاسفورس لگی ہوئی شیٹ کے کس حصہ پر ڈالا جائے تاکہ اس حصہ پر اصل منظر کے اس حصہ کا مثل منظر ظاہر ہو جس حصہ کے متعلق معلومات پر یہ

مربع خانہ مشتمل ہے۔

وہ مربع خانہ جس میں منظر کے متعلقہ حصہ کے رنگوں کے بارے میں معلومات اور منظر کے متعلقہ حصہ کے لئے اسکرین پر متعین مقام کی ہدایت ہوتی ہے، فنی اصطلاح میں پکسل (Pixel) کہلاتا ہے۔

جب مذکورہ بالا عمل کے ذریعہ کسی واقعی منظر کی روشنی کے رنگوں کی لہروں کے ترجمہ پر مشتمل ایک اور صفر کے جوڑوں کے اعداد کے مرتبہ سلسلوں میں بکھری ہوئی معلومات کے اشاروں کو سکینر (تقطیع کرنے والے آلے) کے ذریعہ سینکڑوں یا ہزاروں مربع خانوں (پکسل) کی صورت میں تقسیم کر دیا جاتا ہے تو اس طرح اس منظر کی ایک عددی اور معنوی نقل تیار ہو جاتی ہے، جو اس منظر کے ہر رنگ وروپ (اور آواز پر مشتمل ہونے کی صورت میں آواز) کے ترجمہ پر مشتمل ہوتی ہے۔

اب جبکہ یہ ایک مکمل عددی اور معنوی نقل تیار ہو چکی ہے جو کیمرہ کے عددی محفوظ کرنے کے مقام (ڈیجیٹل اسٹوریج Digital storage) میں محفوظ ہے، اس کو کسی بھی دوسرے عددی محفوظ کرنے کے مقام میں منتقل کر کے اس سے متعلقہ آلے کے ذریعہ دیکھا جانا ممکن ہے۔

محفوظ کرنے کے یہ آلے مختلف قسم کے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً فلاپی ڈسک، سی ڈی، ڈی وی ڈی وغیرہ۔

وضاحت : جب کسی منظر کو کسی اسکرین پر ظاہر کیا جانا مقصود ہوتا ہے تو اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، کہ کمپیوٹر یا ٹی وی میں موجود ایک چپ (جس میں لیزر کے ذریعہ کروڑہا بجلی کی قوت کی معلومات کے موافق) بجلی کی لہریں گزاری جاتی ہیں، ان مثبت اور منفی قوت کی بجلی کے متعلق ہدایات کے موافق بجلی گزارنے سے سوئچ آن یا آف ہوتے رہتے ہیں، ایک اور صفر کے اشاروں کے موافق قوت کی بجلی اس چپ میں سے گزارنے سے سوئچوں کے آن یا آف ہونے سے مطلوبہ رنگوں والی لہریں پیدا ہوتی ہیں، جن لہروں کو مربع خانوں میں دی گئی ہدایات کے

موافق اسکرین کے پیچھے موجود فاسفورس لگی ہوئی شیٹ (جس میں کروڑہا مسامات ہوتے ہیں) کے مبینہ مقام پر ڈالا جاتا ہے، جب فاسفورس لگی ہوئی شیٹ (سطح) پر مطلوبہ رنگوں کے موافق روشنی کی لہریں ڈالی جاتی ہیں تو اسکرین کا وہ حصہ چمکنے لگتا ہے۔ اور اس طرح اسکرین پر ہمیں اصل منظر کا مثل منظر نظر آنے لگتا ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ڈیجیٹل نظام میں جس محفوظ شدہ منظر کا ترجمہ ایک اور صفر کی جوڑیوں پر مشتمل اعداد کے سلسلے میں کیا گیا ہوتا ہے اس کو دوبارہ ظاہر کرنے کے لئے بھی عددی ترجمہ کو سمجھنے والا آلہ درکار ہوتا ہے۔ جو اس عددی ترجمہ کے اعداد کی ہدایات کے موافق قوت کی بجلی کو چپ میں سے گزار کر سوئچوں کے آن اور آف ہونے کے ذریعہ مطلوبہ رنگوں کی روشنی کی لہروں کو اسکرین کے پیچھے موجود سطح پر ڈال کر اصل منظر کے مثل منظر دوبارہ ظاہر کر سکے۔

نیز یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ڈیجیٹل نظام میں محفوظ شدہ منظر کی حفاظت کا نظام، اینالوگ سسٹم (غیر عددی نظام) کی نسبت زیادہ پائیدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نمی، دھوپ اور گرمی کی حدت اس پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ جبکہ اینالوگ سسٹم میں منظر کے عکس کو جس پلاسٹک کی شیٹ یا منعکس ہونے والی ساخت پر محفوظ کیا جاتا ہے وہ مذکورہ عوامل سے متاثر ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا درست ہے کہ عددی نظام (ڈیجیٹل سسٹم) کی پائیداری غیر عددی نظام (اینالوگ سسٹم) سے بدرجہا قابل اعتماد ہے۔ اور یہی خصوصیت ڈیجیٹل نظام کی روزافزوں ترقی کا راز ہے۔

براہِ راست نشر کئے جانے والے اور پہلے سے محفوظ شدہ پروگرام میں فرق

دونوں طریقوں میں اس کے علاوہ کوئی بنیادی اور اساسی فرق نہیں ہے کہ: کسی ریل یا سی ڈی کے ذریعہ محفوظ شدہ پروگرام کو نشر کرتے وقت اصل منظر عملاً کسی دوسرے مقام پر موجود نہیں ہوتا، جبکہ براہِ راست نشر کئے جانے والے پروگرام میں اسی لمحے اصل منظر عملاً کسی دوسرے مقام پر ہوتا ہے۔

لیکن نشر کرتے وقت جو ترتیب اختیار کی جاتی ہے، وہ بہر دو صورت یکساں ہوتی ہے یعنی اصل منظر کے رنگ وروپ کی روشنی کی لہروں کو برقی ذرات میں تبدیل کر کے وصول کرنے والے آلے کو ارسال کرنا، پھر وصول کرنے والے آلے کا ان لہروں کی قوت کا ترجمہ ایک اور صفر کی جوڑیوں پر مشتمل اعداد کی صورت میں کرنا، اور پھر ان اعداد کی ہدایات کے موافق قوت کی بجلی کو چپ میں سے گزار کر سوئچوں کے آن اور آف ہونے کے ذریعہ مطلوبہ رنگوں کی روشنی کی لہروں کو اسکرین کے پیچھے موجود فاسفورس لگی ہوئی شیٹ (جن میں کروڑہا مسامات ہوتے ہیں) پر ڈالنا تاکہ اس شیٹ کے چمکنے سے مطلوبہ منظر نظر آئے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ براہ راست نشر کئے جانے والے پروگرام میں یہ تمام مراحل تقریباً ایک سیکنڈ کے اندر طے ہو جاتے ہیں، جبکہ محفوظ شدہ پروگرام میں اصل منظر کی معلومات کو ایک اور صفر کے اعداد کے سلسلوں میں محفوظ کرنے کی حد تک کارروائی مکمل ہو چکی ہوتی ہے اور دیکھنے کے وقت صرف محفوظ شدہ معلومات کے موافق بجلی کی لہروں سے رنگوں کی لہریں پیدا کر کے متعلقہ منظر دوبارہ پیدا کیا جاتا ہے۔

(۱) چونکہ براہ راست پروگرام میں اصل منظر عملاً اسی لمحہ کسی دوسرے مقام پر ہوتا ہے، اور اس لمحہ وہی منظر اسکرین پر دکھایا جا رہا ہوتا ہے۔

(۲) اور یہ منظر اسکرین پر ایک سیکنڈ میں ۳۰ / ۶۰ مرتبہ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا بڑا قوی شبہہ ان دونوں باتوں سے اس بات کا پیدا ہوتا ہے کہ براہ راست نشر کیا جانے والا پروگرام عکس ہے، یا عکس کے حکم میں ہے، یا اشبہ بالعکس ہے، یا اقرب الی العکس ہے۔

اگرچہ بظاہر یہ شبہ بہت قوی ہے، لیکن دقت نظر سے دیکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان دونوں باتوں کے باوجود بھی براہ راست نشر کئے جانے والے پروگرام بھی تصویر سازی اور انشاء تصویر میں داخل ہیں، نقل عکس نہیں ہیں۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ براہ راست نشر کئے جانے والے پروگرام میں بھی اصل منظر کی روشنی

کے رنگوں کی لہروں کو بعینہا و بجنسہا نقل نہیں کیا جاتا۔ دوسرے لفظوں میں، براہِ راست نشر کئے جانے والے پروگرام میں، اسی طرح کلوز سرکٹ کیمرہ میں اور ڈیجیٹل کیمرہ میں بھی، جو منظر ہم دیکھتے ہیں وہ روشنی کے رنگوں کی جن لہروں سے ظاہر کیا جاتا ہے وہ لہریں اصل منظر کی روشنی کے رنگوں کی لہریں نہیں ہوتیں جن کو منتقل کیا گیا ہو (جیسا کہ ایک میل دور منظر کو اگر دس شیشوں / آئینوں کے ذریعہ دیکھا جائے، تو ایسی صورت میں اصل منظر ہی کی لہریں ان شیشوں میں سے نفوذ کر کے پار ہوتی ہوئی ہماری نگاہوں کو نظر آتی ہیں) یہی وجہ ہے کہ مذکورہ طریقہ کو نقلِ عکس کہا جاتا ہے، تصویر سازی نہیں کہا جاتا۔

جبکہ براہِ راست نشر کئے جانے والے پروگرام میں اصل منظر کی روشنی کی لہروں کو بجنسہا نقل نہیں کیا جاتا، بلکہ ان لہروں کو برقی لہروں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اور اس تبدیلی سے ان لہروں کی ماہیت ہی تبدیل ہو جاتی ہے۔ یعنی اب وہ رنگوں کی لہریں نہیں رہیں بلکہ بجلی کی لہریں بن گئی ہیں۔ اس کے بعد کیمرے کا ریسیور (وصول کرنے والا آلہ) ان برقی لہروں کی قوت کا ترجمہ ایک اور صفر کے جوڑوں پر مشتمل اعداد کی صورت میں کرتا ہے، پھر اس ایک اور صفر کے جوڑوں پر مشتمل اعداد کی ہدایت کے موافق بجلی کی لہروں کو چپ میں سے گزار کر سوئچوں کے آن اور آف ہونے سے مطلوبہ رنگوں کی روشنی کی شعاعیں دوبارہ پیدا کی جاتی ہیں جن کو اسکرین کے پیچھے موجود فاسفورس لگی ہوئی شیٹ پر ڈال کر اصل منظر کے مثل منظر کا انشاء کیا جاتا ہے۔ اور جب یہ بات ظاہر ہے کہ اصل منظر کی روشنی کے رنگوں کی شعاعوں کو نقل نہیں کیا گیا، بلکہ ان شعاعوں کو بجلی کی لہروں میں تبدیل کر کے کیمرہ کے ریسیور (وصول کرنے والے آلے) کی طرف ارسال کیا گیا ہے۔ اور پھر ان بجلی کی لہروں کی قوت کا ترجمہ ایک اور صفر میں کرنے کے بعد وہ مرسلہ بجلی کی لہریں فنا ہو گئیں، اور پھر اس ترجمہ کی مدد سے دوبارہ اسی قوت کی بجلی پیدا کر کے اس سے اصل منظر کی روشنی کے رنگوں کے مثل رنگوں کی روشنی فاسفورس لگی ہوئی شیٹ پر ڈالی گئی ہے۔ تو یہ بات بھی ظاہر ہو جاتی

ہے کہ یہ تمام کاروائی محض کسی منظر کے عکس کی نقل نہیں ہے بلکہ اس منظر کے مثل منظر کا انشاء ہے۔ جو یقینی طور پر تصویر سازی کے زمرے میں داخل ہے۔

اس کی ایک قوی دلیل یہ ہے کہ براہ راست دکھائے جانے والے پروگرام میں دکھایا جانے والا منظر اصل منظر سے کسی قدر متفاوت ہوتا ہے، اگر چہ یہ تفاوت اتنا معمولی ہوتا ہے کہ آسانی سے محسوس نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اصل منظر کے رنگ وروپ کے ترجمہ پر مشتمل ایک اور صفر کی جوڑیوں کے سلسلے کی ہدایت کے موافق بجلی کی لہروں سے رنگوں کی جو لہریں پیدا کی جاتی ہیں ان میں قدرتی اور اصل رنگ سے قدرے تفاوت ہوتا ہے۔

نیز ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ مکمل منظر کی % 100 نقل اور مثل اسکرین پر دکھائی نہیں جاتی بلکہ غیر ضروری اور انتہائی معمولی چیزوں کو ترک بھی کر دیا جاتا ہے۔

جبکہ اس کے برعکس آئینہ میں دیکھے جانے والے عکس میں جو منظر ہوتا ہے وہ بعینہ اصل منظر کی روشنی کی لہروں کا ہی عکس ہوتا ہے جو آئینہ کی سطح پر منعکس ہو کر نظر آتا ہے۔

اور جہاں تک یہ بات ہے کہ براہ راست نشر کئے جانے والے پروگرام میں اصل منظر اسی مقام پر عملاً موجود ہوتا ہے تو یہ بات براہ راست نشر کئے جانے والے پروگرام کو عکس ثابت کرنے کیلئے کافی نہیں، کیونکہ متفق علیہ تصویر سازی میں بھی جب اصل منظر عملاً موجود ہو تو بھی وہ تصویر سازی ہی رہتی ہے، ہاں یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ اگر اصل منظر ہٹ جائے تو براہ راست پروگرام میں بھی مزید مناظر پیش نہیں کئے جاسکتے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب براہ راست پروگرام میں اسی عملی منظر کو دکھایا جانا مقصود ہوتا ہے جو عملاً موجود ہوتا ہے تو اس منظر کی عکاسی روک دینے سے وہ منظر کس طرح دیکھا جانا ممکن ہوگا؟ نیز براہ راست پروگرام میں اگر اصل منظر موجود ہوتا ہے لیکن نشر کیا جانے والا منظر اس اصل منظر کے تابع نہیں ہوتا بلکہ اس ایک اور صفر کی معلومات کے تابع ہوتا ہے جو کیمرہ میں محفوظ ہوتی ہیں، اگر متحرک منظر دکھانا مقصود ہوتا ہے تو دو طریقوں میں

سے کوئی ایک طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس منظر کی مختلف اوضاع اور حالتوں پر مشتمل مختلف تصاویر کو مناسب رفتار اور ترتیب کے ساتھ اسکرین پر سے گزارا جاتا ہے جس سے وہ منظر متحرک محسوس ہوتا ہے، لیکن یہ طریقہ ان تصاویر میں ہوتا ہے جو ایک ہی ٹکڑے میں بنی ہوئی ہوں، جیسا کہ قدیم نظام اینالوگ سسٹم میں ہوتا تھا۔

جو تصاویر ہزاروں خانوں میں تقسیم ہو کر بنی ہوں جیسا کہ ڈیجیٹل سسٹم میں ہوتا ہے ان میں متحرک منظر دکھانے کے لیے مستقل تصاویر کو مخصوص رفتار اور ترتیب کے ساتھ اسکرین پر ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی، بلکہ تصویر کے جس حصہ میں حرکت دکھائی جانی مقصود ہوتی ہے اس حصہ کے مقام پر روشنی کی لہروں میں مطلوبہ تبدیلی لائی جاتی ہے اور باقی منظر اپنی جگہ برقرار رہتا ہے۔ گذشتہ سطور میں ذکر کردہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر براہ راست نشریات میں اصل منظر عملاً کسی دوسرے مقام پر ہو اور اصل منظر کے سامنے سے کیمرہ کے رخ کو ہٹانے سے اصل منظر نظر آئے، تاہم اس سے براہ راست نشریات کا عکس ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ جب مقصود ہی اس اصل منظر کی تصویر ہی ہے جو عملاً اس وقت موجود ہے تو اس منظر سے آلۂ تصویر سازی کے ہٹ جانے سے اصل منظر کی تصویر کیونکر بن سکے گی؟ جس طرح آئینے سے جس منظر کا دیکھنا مقصود ہو آئینہ کے اس کے سامنے سے ہٹا لینے سے وہ منظر بھی نظر نہیں آتا، اس کے علاوہ یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ ٹی وی یا مانیٹر کی اسکرین پر متحرک نظر آنے والا منظر جس میں ایک سیکنڈ ۶۰/۳۰ مرتبہ تبدیلی ہوتی ہے، وہ بھی استقرار سے خالی نہیں ہے، اگر چہ یہ استقرار بہت معمولی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عدم استقرار ذاتی نہیں ہے بلکہ یہ عدم استقرار درحقیقت اس کیمرہ کے خودکار نظام کی طرف مضاف ہے جس میں ایک سیکنڈ میں ۶۰/۳۰ مرتبہ منظر تبدیل کرنے کی ہدایت موجود ہے اور اس خودکار نظام کو چلانے والے نے جب چلایا تو اس کی ہدایت کے موافق منظر آتا رہا اور ختم

ہوتا رہا اور ختم ہونے والے مقام پر اس کا اثر ذہنوں کے اندر سے زائل ہونے سے پہلے دوسرا منظر آتا رہا، اس طرح درحقیقت ایک ٹھہرا ہوا منظر ہمیں اس طرح متحرک نظر آتا ہے کہ سابقہ منظر کا خیال ذہن سے زائل ہونے سے پہلے ہی دوسرا منظر آتا ہے (ایک نظر ذہن میں غائب ہونے کے بعد بھی)۱۶را سیکنڈ تک رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر پروگرام کو پیش کرنے والا اسکرین کے مختلف حصوں پر روشنی کی لہروں میں تبدیلی کرنے والے نظام کو روک دے تو یہ تصویر ساکن ہو جائے گی۔

براہ راست نشر کیے جانے والے پروگرام کے متعلق یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اصل منظر کے قیام پر موجود ڈیجیٹل کیمرہ کے ذریعہ حاصل کی گئی روشنی کے رنگوں کی لہروں کو برقی ذرات میں تبدیل کر کے ایک مصنوعی مواصلاتی سیارے پر بھیجا جاتا ہے جس میں ان معلومات کی ایک نقل محفوظ کر کے ان کو دوبارہ اصل منظر کے مقام پر موجود کیمرہ کے ارسال کرنے والے آلے کی طرف بھیجتا ہے اس تصدیق کے لئے کہ آیا یہی وہ معلومات ہیں جو اس آلہ نے مواصلاتی سیارے کو ارسال کی ہیں؟ اور کیا اس میں فضا میں بکھری ہوئی دیگر ہزاروں لہروں میں سے کسی لہر کی آمیزش تو نہیں؟ اس کے بعد جب معلومات کے درست ہونے کی صورت میں کیمرہ کا آلہ وہ معلومات مواصلاتی سیارے کو تصدیق کر کے دوبارہ بھیجتا ہے تو مواصلاتی سیارہ برقی ذرات کی شکل میں ان معلومات کو متعلقہ مرکز نشریات کی طرف ارسال کر دیتا ہے۔ چنانچہ مرکز نشریات مذکورہ بالا مخصوص مراحل پر مشتمل طریقۂ کار سے گزر کر اس منظر کو نشر کر دیتا ہے۔ بعض اوقات مواصلاتی سیارے اور کیمرے ارسال کرنے والے آلے کے درمیان تصدیق کے لئے معلومات کا یہ اخذ و ارسال ۸ مرتبہ تک بھی ہوتا ہے اور عام طور پر اس کا دورانیہ ایک سیکنڈ سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ مرکز نشریات میں پروگرام کے دورانیے میں دکھائے جانے والے منظر کو زیادہ واضح اور خوشنما بنانے کی غرض سے ایک پروگرام انجینئر ہر وقت موجود رہتا ہے جو ارسال کی گئی تصویر کی معلومات میں تبدیلی حسب منشاء و حسب ضرورت کرتا رہتا

ہے، جس میں رنگوں کو گہرا یا مدھم کرنا شامل ہوتا ہے۔ اور کبھی وہ نشریات کے دوران اپنی طرف سے بھی چند مناظر داخل کرتا رہتا ہے جو عام طور پر کمرشل ایڈ ہوتے ہیں یعنی تجارتی اشتہارات وغیرہ۔ اس بھی استیناس کے درجہ میں یہ واضح ہوتا ہے کہ براہ راست نشر کیا جانے والا پروگرام بھی تصویر سازی کے دائرے سے باہر نہیں بلکہ وہ بھی اسی سلسلے کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ٹی وی اور مانیٹر کی اسکرین ہو یا کلوز سرکٹ کیمرہ یا کوئی بھی ڈیجیٹل کیمرہ ہو، تمام صورتوں میں تصویر سازی کا عمل ہوتا ہے۔ باقی اس کا عدمِ استقرار تصویر سازی ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ عدمِ استقرار اسی مصور کی طرف مضاف ہے۔ جس نے تصویر کو متحرک ظاہر کرنے کے لئے اور حقیقت سے قریب تر ظاہر کرنے کے لئے تصویر سازی کے اس نظام کو چلا دیا ہے، جس میں یہ ہدایت موجود ہے کہ ہر لمحے میں اتنی مرتبہ منظر تبدیل ہو کر وہ متحرک نظر آئے۔

اس کی مثال خودکار اسلحہ چلانے والے کا عمل ہے کہ وہ ایک کھٹکے (ٹریگر) کو دبا کر اسلحہ کو رکھ دے، اور پھر اس اسلحہ سے یکے بعد دیگرے مسلسل ترتیب کے ساتھ ہلاکت خیز مواد تباہی مچادے۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام تباہی اسی ایک مرتبہ ٹریگر دبانے سے ہوئی ہے اور تباہیوں اور ہلاکتوں کا ذمہ دار وہی ہے جس نے اس ٹریگر کو دبایا ہے، جس کے دبانے سے خودکار نظام کے تحت تسلسل کے ساتھ ہلاکت خیز مواد پھیلا ہے۔

گویا عملی طور پر ٹی وی اور دیگر آلات کے ذریعہ تصویر سازی کرنے والے مصور کا عمل اس مصور کی طرح ہے جو ایک سیکنڈ میں ۳۰/۶۰ مرتبہ تصویر بنائے اور ہر نئی تصویر بنا کر اس کو باقی رکھنے کے عمل سے زیادہ سخت شنیع ہے گویا اس مصور نے ۶۰ مرتبہ اللہ تعالی کی صفت تخلیق میں ہمسری اور مشابہت کی جرأت کی ہے۔ ڈیجیٹل نظام کے تحت بنائی گئی متحرک تصویر اور ہاتھ سے بنائی گئی غیر متحرک تصویر میں فرق صرف آلہ کا باقی رہ جاتا ہے۔

ہاتھ سے بنائی گئی تصویر میں مادی رنگ اور سیاہی استعمال کی جاتی ہے جبکہ اسکرین پر نظر آنے

والی تصویر کے بنانے میں برقی لہروں کے ذریعہ روشنی کے رنگوں کی لہریں استعمال کی جاتی ہیں جن کو کروڑہا مسامات والی فاسفورس لگی ہوئی شیٹ پر ڈال کر مطلوبہ منظر دکھایا جاتا ہے، جو ایک حقیقی منظر کے (بنسبت ہاتھ کے ذریعہ بنائی گئی تصویر کے) زیادہ قریب ہوتا ہے۔ تاہم یہ منظر بھی اصل مصور کا مثل ہوتا ہے عین یا عکس نہیں ہوتا جیسا کہ سابقہ صفحات میں مفصلاً گزر چکا ہے۔

پس فنی اور تکنیکی پہلو سے بھی ٹی وی اور کمپیوٹر کی تصویر تصویرِ محرم ہی ہے...(مسودہ ۳۰ تا ۱۴)

امریکی عدالت کا فیصلہ

آج ایک وفاقی عدالت نے قرار دیا ہے کہ کمپیوٹر سے تیار کردہ بچوں کی فحش گرافک تصاویر اتنی ہی غیر قانونی ہیں جتنی روغنی کاغذ پہ چھپی ہوئی تصویر، غیر ڈویلپ شدہ فلم یا ویڈیو۔

یہ فیصلہ اس وقت سامنے آیا جب اسٹوارٹ ہاکنگز نے خود اپنے ہی اعترافِ جرم کی سزا کے خلاف اپیل دائر کی۔ اس پر الزام تھا کہ اس کے قبضہ میں کمپیوٹر سے تیار کردہ بچوں کی آٹھ فحش تصاویر ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے سولہ ایسی ڈیجیٹل تصاویر ریاستی کمپیوٹر لائنوں پر نشر کی ہیں، کم عمر بچوں کی جنسی تصویریں G.I.F(GRAPHIC INTERCHANG FORMAT) فائل کے طور پر پیش کی گئی ہیں۔ جیسا کہ اکثر ویب سائٹس پر تصویریں ہوتی ہیں۔

آج 9th سرکٹ یو ایس کورٹ آف اپیل نے ہاکنگز کا یہ دعوی مسترد کر دیا کہ G.I.F فائلز بچوں کی فحش فلم سازی کے وفاقی قانون کے دائرہ اثر میں نہیں آتی۔

1996ء میں قانون کی تشریح کا دائرہ وسیع کر کے اس میں کمپیوٹر ڈسک میں جمع مواد (ڈیٹا) یا وہ الیکٹرانک ذرائع جو اس مواد کو تصاویر میں تبدیل کرنے پر قادر ہوں، ان کو قانون کی تشریح میں شامل کر دیا گیا۔

عدالتی فیصلہ میں کہا گیا: ''یہ پتہ لگانا کہ کانگریس کا ارادہ تھا کہ کمپیوٹر کے ذریعہ بچوں کی فحش

تصاویر کی ترسیل کو غیر قانونی قرار دیا جائے، اس ابہام کے ہوتے ہوئے بھی یہ نتیجہ نکالنا کہ کانگریس نہیں چاہتی کہ G.I.F فائلز کو بصری تصاویر کی تشریح میں شامل کیا جائے، یہ سب کچھ محض ایک لغویت پر منتج ہے''۔ جج صاحبان نے مزید فرمایا: ''G.I.F فائلز محض ان بصری تصاویر کو جمع کرنے اور ان کی ترسیل کا ذریعہ ہی ہیں''۔

ماہِ اگست کے دوران سان فرانسسکو میں ایک وفاقی جج نے بچوں کی جنسی فحاشی کے حوالہ سے ایک ایسے الگ قانون کی حمایت کی جو کمپیوٹر شبیہات سے متعلق ہو۔

یو ایس ڈسٹرکٹ جج سیمیول کونٹی نے CHILD PORNOGRAPHY PREVENTION ACT کو جائز قرار دیا، جس کی رو سے کمپیوٹر کے ذریعہ ایسی تصاویر بنانا سنگین جرم قرار پایا۔

کونٹی نے اپنی رولنگ میں کہا کہ کانگریس کو یہ آئینی اختیار حاصل ہے کہ وہ بچوں کی ایسی ''جعلی'' فحش نگاری پر پابندی عائد کرے۔ درخواست گزاران نے یعنی THE FREE SPEECH COALITION نے اس فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کی۔

عدالتی فیصلہ کی نقل کیس ٹائیٹل

آراء

مولوے۔ ڈسٹرکٹ جج

حقائقِ مقدمہ ﴿۱﴾

مارک ہاکنگز پر الزام تھا کہ اس کے پاس آٹھ عدد ایسی کمپیوٹر فائلز تھیں کہ جن میں بچوں کی فحش بصری تصویریں تھیں، جو کہ امریکی آئین کی دفعہ 18 U.S.C. Section

(B)(4)(2252(a کی خلاف ورزی ہے۔ ایک اور الزام بچوں کی فحش فلمیں بین الریاستی منڈی میں پھیلانے کا تھا جو کہ امریکی آئین کی دفعات 18 U.S.C. Section (1)(2252(a کے خلاف ہے۔ ابتدائی بینچ ٹرائیل میں اسے دونوں الزامات میں مجرم پایا گیا۔ اپیل میں اس نے دعوی کیا کہ وہ کمپیوٹر G.I.F. files فائلز جن سے یہ تصاویر اتاری جاسکتی ہیں، وہ بصری تصویریں نہیں۔ جیسا کہ الزام سے متعلق قانون (statute) کی تشریح میں ہے۔ اس کے علاوہ اس کی دلیل تھی کہ الزام سے متعلق قانون میں وضع کردہ طریقہ کار کے متعلق معقول وارننگ نہیں دی ہے۔ ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے۔

کسی قانون (statute) کی تشریح یا تشکیل کے لئے ملاحظہ ہو فلاں فلاں کیسز۔

بحث-(II)

﴿الف﴾

سب سیکشنز (B)(4) & (1)(2252(a کے تحت ''بین الریاستی'' منڈی میں، ان بصری تصویریں کی ترسیل، کسی بھی ذریعہ سے، جن میں کمپیوٹر یا پوسٹ شامل ہیں، جس میں نابالغ بچوں کو واضح طور پر جنسی فعل میں مبتلاء دکھایا گیا ہو، جرم قرار دیا گیا ہے۔ حوالہ 18 U.S.C. Section 2252(a)(1) (emphasis added) (اس پر زور دیا گیا ہے) اس کی رو سے تین یا اس زیادہ ''مواد'' جس میں ایسی بصری تصویریں ہوں، کا جان بوجھ کر قبضہ میں ہونا بھی غیر قانونی ہے۔ حوالہ 18 U.S.C. Section 2252(a)(4)(B)

جس وقت یہ وقوعہ ہوا تو اس پر لاگو قانون میں تھا کہ: ''بصری تصویروں میں غیر ڈیویلپ شدہ فلم اور ویڈیو ٹیپ شامل ہیں''۔

حوالہ 18 U.S.C Section 2256(5) (Law. Co-op. 1991)

مذکورہ بالا سیکشن کے مطابق ڈسک میں جمع شدہ چیزوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا تھا۔ 1996ء میں قانون کی تشریح کو وسعت دے کر اس میں کمپیوٹر ڈسک میں جمع وہ ڈیٹا (مواد) یا وہ الیکٹرانک ذرائع جو ان کو بصری تصویروں میں بدلنے پر قادر ہوں، کو شامل کر دیا گیا ہے۔ حوالہ 18 U.S.C. Section 2256(5) (Law. Co-op. 1991 & supp. 1997)

''کسی قانون کی تشریح کے وقت ہم سب سے پہلے قانون کی سادی سیدھی زبان کو دیکھتے ہیں، جس سے اس قانون کی تمام دفعات (Provision) تشکیل دی گئی ہوں، جس میں اس کا مقصد اور پالیسی بھی شامل ہوں، تاکہ اس سے کانگریس کی نیت (ارادے) کا علم ہو سکے'' (حوالہ Northwest Forest Rwsource Council v.Glickman, 82 (F.3d 825,830 (9th Cir. 1996)

اگر قانون واضح نہیں ہے تو پھر ہم قانون سازی کی تاریخ کو دیکھتے ہیں (حوالہ Id. at (830-31.

(۱) ہاکنگز کی دلیل یہ ہے کہ اس کا عمل (Condent) اس قانون کے دائرۂ اثر میں نہیں آتا، کیونکہ ''بصری تصویروں'' کی وہ تعریف جو سیکشن (5)2256 کے سابقہ الفاظ میں شامل ہے اس میں (اگر چہ) غیر ڈیویلپ شدہ فلم اور ویڈیو ٹیپ شامل ہیں، مگر اس میں کمپیوٹر ڈیٹا کا ذکر نہیں۔ تاہم سیکشن 2252 کے دونوں حصے، جس کے تحت ہاکنگز پر الزام عائد کیا گیا ہے، کمپیوٹر کے ذریعہ ایسی بصری تصویروں کی ترسیل پر قدغن ہیں، جن میں نابالغ بچوں کو واضح طور پر جنسی فعل میں مبتلاء دکھایا گیا ہو۔ یہ سب (ملزم کی باتوں کا ماحاصل) اس حماقت کا نتیجہ ہے کہ یہ معلوم کیا جانا چاہیئے کہ آیا کانگریس کمپیوٹر کے ذریعہ بچوں کے جنسی افعال کی ترسیل کو غیر قانونی قرار دینے کی نیت رکھتا تھا یا نہیں؟ اس ابہام کے باوجود یہ نتیجہ نکالنا کانگریس کا ارادہ G.I.F فائلز کو بصری تصاویر کی تعریف میں شامل کرنا نہیں تھا (حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟)

(۲) بصری تصاویر کی سابقہ تعریف غیر ڈیویلپ شدہ فلم اور ویڈیو ٹیپ تک محدود نہیں۔ اس میں وہ آئیٹم ضرور داخل ہیں، لیکن ان کو اس طرح ڈرافٹ نہیں کیا گیا ہے کہ جس میں ان تمام v. Smith, 795 F.2d 841 (9th Cir. 1986) سے کی ہے۔

اسمتھ (Smith) نے کہا تھا کہ بچوں کی فحاشی سے متعلق قانون کی 1986ء سے پہلے والی تعریف میں بصری تصویر کی تعریف شامل نہیں۔ اسمتھ نے تین کمسن لڑکیوں کی مختلف اسٹیجز کے فوٹو گراف لئے اور فلم کو ڈویلپنگ کے لئے بھیج دیا۔ فلم کی دھلائی کے بعد فوٹو کمپنی نے یو ایس پوسٹل انسپکٹرز کو اس کی اطلاع دے دی۔ اسمتھ پر بچوں میں فحاشی سے متعلق قوانین کے تحت مقدمہ قائم کر کے اسے تمام الزامات کے لئے سزا دی گئی۔ (حوالہ Id. at 844-45)

اپیل دائر کرنے پر اس عدالت نے اسمتھ کی اس دلیل کو رد کر دیا کہ ''پراسس نہ شدہ اور ڈیویلپ نہ شدہ فلم'' متعلقہ قانون کی رو سے بصری تصویر کی تعریف میں نہیں آتیں۔ (حوالہ Id. at 846) اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے کہ ''کسی بھی بصری نقل (Image) کی رنگین فلم کو انسانی آنکھ کی مدد سے دیکھنے کے لئے لازم ہے کہ پہلے اسے ایک تفصیلی پراسس سے گزارا جائے'' عدالت نے حتمی رائے دی۔

متعلقہ قانون کے دائرہ سے پراسس نہ شدہ فلم کو نکالنے کا عمل بچوں کی اُن جنسی فحاشی کے قوانین کی راہ میں حائل ہوگا جو بچوں کے جنسی افعال کی تشہیر کے انسداد کو روکنے کے ایک ضروری اقدام کے طور پر اٹھایا جانا ہو۔ اسمتھ نے جس تشریح پر زور دیا ہے، وہ بچوں کی جنسی فحاشی کی بین الریاستی تجارت کو بلا روک ٹوک جاری رکھے گی، تا آنکہ فحش نگاری کی تعریف میں غیر ڈیویلپ شدہ فلم کو شامل نہیں کیا جاتا۔

اس طرح کا سقم کانگریسی ارادے سے متصادم ہے۔ فلم کی غیر ڈیویلپ شدہ حالت متاثرہ بچہ پر فلم سازی یا فلم سازی کی ترغیب یا اس کی غیر قانونی ترسیل کا باعث ہونے والے نقصان کو ختم نہیں کرتی۔ اس لئے ہمارا فیصلہ ہے کہ غیر ڈیویلپ شدہ فلم ''بصری تصویر'' ہے۔ (حوالہ Id. at 846-47)

(۳) یہی معقولیت پسندی G.I.F فائلز پر لاگو ہوگی بحوالہ متن قانون ماقبل 1996ء جس کی رو سے ہاکنگز پر الزام عائد کیا گیا تھا۔ اس معاملہ میں G.I.F فائلز بچوں کی جنسی فحاشی کے مواد کو جمع کرنے اور ان کی ترسیل کا ذریعہ تھیں۔ گو کہ G.I.F فائلز کو تبدیل کرنے کے لئے ایک سافٹ ویئر پروگرام کی ضرورت ہے، تاہم G.I.F فائلز کی مشمولات کمپیوٹر اسکرین پر دیکھی جاسکتی ہیں یا حسبِ خواہش ان کی تصویری کاپی بنائی جاسکتی ہے۔

(۴) متعلقہ قانون میں 1996ء میں ترمیم ہوئی جس کی رو سے اس میں کمپیوٹر ڈیٹا (مواد) کو بالخصوص شامل کر دیا گیا جیسا کہ G.I.F فائلز (''بصری تصویر بشمول وہ مواد جو کمپیوٹر ڈسک میں جمع ہوں یا وہ الیکٹرانک ذرائع، جو کہ تصویر میں متبدل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں'') حوالہ 18 U.S.C.A. Section 2256 (West Supp. 1997) ہاکنگز کہتا ہے کہ یہ ترمیم اس کی اس دلیل کی حمایت میں ہے کہ ماقبل 1996ء قانون G.I.F فائلز کا احاطہ نہیں کرتا۔ تاہم، کانگریس کو چاہیے کہ قانون میں ایسی ترمیم کرے جو محض موجودہ قانون کی وضاحت کرتا ہو، کسی غلط تشریح کی اصلاح کرتا ہو، یا غلط طور پر مقدمات کے فیصلوں کو رد کرتا ہو۔

چنانچہ کسی قانون میں ترمیم لازماً اس بات کی غماز نہیں کہ غیر ترمیم شدہ قانون اس کے برعکس ہے۔ حوالہ United States v. Hawkins, 30 F.3d 1077, 1082 (9th Cir. 1994)

ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ الزام لگائے جانے والے قانون کی رو سے کمپیوٹر G.I.F. files بصری تصویر کی تعریف میں آتی ہیں۔ دہری ہیئت کی شکل (binary form) میں جاری کردہ بصری

تصویر کی ابتداء وانتہاء فحاشیانہ ہے اور اس پر ہی کانگریس کو قدغن لگانی ہے۔

﴿ب﴾

(۵) ہم ہاکنگز کے اس حملہ کو بھی مسترد کرتے ہیں جو اُس نے قانون پر یہ کہتے ہوئے کیا ہے کہ ابہام کے باعث یہ قانون نا قابلِ نفوذ ہے۔ سپریم کورٹ نے { United States v. Lanier, 137 L.Ed. 2d 432 (1997)} یونائیٹڈ اسٹیٹس بمقابلہ لیمر، مقدمہ میں نظریۂ ابہام کے خدوخال کو نمایاں کیا ہے۔ سپریم کورٹ نے قرار دیا کہ: اولاً : ایکٹ (قانون) مبہم نہیں ہوسکتا جسے عام سمجھ بوجھ والے آدمی اس کے معنی کا گمان تو کریں لیکن اس کے اطلاق پر اختلاف کریں (حوالہ Id. at 442) دوم لینیٹی قاعدے (the rule of lenity) کا اطلاق سختی سے جرائم سے متعلق ان قوانین تک محدود ہو، تاکہ ایسے مقدمات صحیح طور پر چلائے جائیں جو ان کے دائرۂ اثر میں ہوں۔ (حوالہ .Id) سوم : عدالت کو سلاستِ بیان کی مطلوبہ سطح تک قانون کی تعریف (تشریح) کرنی چاہیے۔ لیکن ہر ایسی تعریف اتنا ''اچھوتا'' بھی نہ ہو کہ جس میں کوئی ایسی چیز ہو جسے کسی قانون یا کسی گذشتہ عدالتی فیصلہ نے معقول طریقہ سے اس دائرہ میں ہوتا، ظاہر کیا ہو۔

ہاکنگز کی دلیل یہ تھی کہ جس قانون کے تحت الزام عائد کیا گیا ہے وہ آئینی طور پر مبہم ہے، کیونکہ ایسی G.I.F. files کی ترسیل اور قبضہ کو، جو درحقیقت واضح طور پر بصری تصویریں نہیں، یہ قانون اس بنیاد پر جرم ٹھہراتی ہے کہ وہ بصری تصویریں ہیں۔ اس قانون کا یہ پہلو عام آدمی کی عام سمجھ اور ادراک سے بالاتر ہے جو اس کے مطالعہ کے وقت اس کے ذہن میں آتے ہیں۔

ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے، بلکہ یہ قانون لینیر اسٹینڈرڈ (کے کیسوں) کو مطمئن کرتا ہے۔

(٦) جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا کہ G.I.F. files فقط بصری تصاویر کو جمع کرنے اور ان

کی ترسیل اور محفوظ کرنے کا ذریعہ ہیں۔ یہ قانون ایسے نابالغ بچوں کی بصری تصاویر کو جرم قرار دیتی ہے جنہیں فحش جنسی افعال میں مبتلاء دکھایا گیا ہو، خواہ کسی بھی غرض سے، اگر چہ بذریعہ کمپیوٹر ہی کیوں نہ ہوں۔ حوالہ (B)(4),(1)(a)18 U.S.C. Section 2252

اگر اس کے برعکس یہ مانا جائے کہ چاہے قانون کی مذکورہ تشریح اس بات کا تقاضہ کرتی ہو کہ G.I.F. files کو خواہ مخواہ قانون کے دائرہ میں لایا جائے، تو اس طرح کی توضیح کوئی نئی بات نہیں جیسا کہ زیر بحث مقدمہ میں نظر آیا ہے۔ (دیکھیئے ;Smith supra اور مزید دیکھیے United State v. Thomas, 74 F. 3d 701, 707 (6th Cir. (1996 جس میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ G.I.F. files فحاشی کے قانون میں آتے ہیں، اگر چہ خاص طور پر اسے جرم کی تاریخ میں نہیں لایا گیا۔ کیونکہ وہ خاص طریقہ جس کے تحت یہ تصاویر حرکت کرتی ہیں، ان کی کمپیوٹر اسکرین پر قابل دید ہونے کی صلاحیت پر اثر انداز نہیں ہوتی، جب انہیں کمپیوٹر اسکرین پر چلایا جائے (خواہ بہت دور ہونے والے وقوعہ کی براہ راست ترسیل کے طور پر) یا ان کی اس صلاحیت پر کہ (مثلاً) اس بہت دور ہونے والے وقوعہ کی سخت کاغذ پر پرنٹ نکالی جائے۔

لہٰذا ہاکنگز کے پاس مناسب تنبیہ اور وارننگ موجود تھی کہ G.I.F. files کے ذریعہ ان بصری تصاویر کی ترسیل اس قانون کی خلاف ورزی ہے۔





ڈیجیٹل تصویر کے بارے میں مقتدر علماء ومفتیان کرام کا فیصلہ

درج ذیل مقتدر علماء کرام کا فیصلہ یہ ہے کہ ڈیجیٹل کیمرے کے ذریعے جو شبیہ اور منظر وجود میں آتا ہے وہ بھی تصویر ہے اور حرام ہے۔ ان میں دار العلوم دیوبند کے علماء ومفتیان کرام بھی شامل ہیں۔ ان تمام حضرات علماء کرام ومفتیان عظام کے فتاوی حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن امروہی صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ''ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر کی حرمت پر مفصل ومدلل فتویٰ'' میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہیں...... البتہ ان میں سے چند اہم فتاویٰ قارئین کے سہولت کے لئے یہاں نقل کئے گئے ہیں۔

(۱) حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی، مفتی دار العلوم دیوبند (۲) حضرت مولانا محمود حسن بلندشہری (۳) حضرت مولانا فخر الاسلام (۴) حضرت مولانا وقار علی (۵) حضرت مولانا زین الاسلام قاسمی، دار الافتاء دار العلوم دیوبند (٦) حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (۷) حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان، جامعہ اشرفیہ لاہور (۸) حضرت مولانا مفتی محمد عبد المجید دین پوری، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن (۹) حضرت مولانا محمد یوسف افشانی (۱۰) حضرت مولانا مفتی منظور احمد مینگل، دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی (۱۱) حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری (۱۲) حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم دین پوری (۱۳) حضرت مولانا محمد زکریا (۱۴) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن، دار الافتاء ختم نبوۃ کراچی (۱۵) حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان (۱٦) حضرت مولانا صفی اللہ، دار الافتاء جامعہ احسن العلوم کراچی (۱۷) حضرت مولانا مفتی عبد الغفار، دار الافتاء جامعہ اشرفیہ سکھر (۱۸) حضرت مولانا مفتی گل حسن، جامعہ اسلامیہ دار العلوم رحیمیہ کوئٹہ (۱۹) حضرت مولانا مفتی محمد عمر فاروق، جامعہ قاسم العلوم ملتان (۲۰) حضرت مولانا مفتی عمران طارق دار العلوم کبیر والا (۲۱) حضرت مولانا مفتی محمد روزی خان، دار الافتاء ربانیہ کوئٹہ (۲۲) حضرت مولانا مفتی احتشام الحق آسیابادی، جامعہ رشیدیہ تربت

حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن الخیرآبادی صاحب مدظلہم کا فتویٰ رئیس دارالافتاء دارالعلوم دیوبند (الہند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الی دارالافتاء جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے دارالافتاء کا تفصیلی فتویٰ پڑھا، ڈیجیٹل نظام کے ذریعہ کمپیوٹر اسکرین یا ٹی وی اسکرین پر جو مناظر آتے ہیں یہ تصاویر میں داخل ہیں یا نہیں؟ ایک ماہ قبل پاکستان کے بہت سارے علماء کرام اور مفتیانِ کرام کے فتوے ہمارے پاس آئے تھے اور یہ بنگلہ دیش کے مفتی عبدالرحمٰن، صاحب نے بھیجے تھے اور اس سلسلہ میں دارالعلوم کا موقف معلوم کیا تھا۔ تو ہم نے جو جواب انھیں لکھا تھا اسی کی ایک فوٹو کاپی آپ کی خدمت میں ارسال کر رہے ہیں آپ کے دارالافتاء سے جو فتویٰ صادر ہوا ہے وہ صحیح ہے۔ حیرت ہے کہ ان تصاویر کے عواقب کو جانتے ہوئے کیسے جواز کا فتویٰ مجوزین نے دے دیا ہے؟ فقط والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ

مفتی دارالعلوم دیوبند

۲۱/۵/۱۴۳۰ھ

(کتاب: ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر کی حرمت پر مفصل اور مدلل فتویٰ، صفحہ ۷)

دارالافتاء دار العلوم دیوبند (الہند) کا فتویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدوم ومکرم گرامی مرتبت حضرت مہتمم صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ نے فتاوے ارسال کر کے دار العلوم دیوبند کا موقف معلوم کیا ہے اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ڈیجیٹل سسٹم کے تحت اسکرین پر جو مناظر یعنی تصویر وغیرہ آتی ہے؛ وہ سب شرعاً تصویر کے حکم میں ہیں۔ یہ سینما کی تصویروں کے مثل ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ سینما سے ریز سامنے سے ڈالی جاتی ہیں اور ٹی وی میں پیچھے سے، جو مفاسد سینما کی تصویروں سے پیدا ہوتے ہیں وہی سارے مفاسد ٹی وی کی تصویروں سے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے ان تصاویر کا دیکھنا شرعاً ناجائز قرار دیا جائے گا۔ دار العلوم دیوبند کے اربابِ افتاء کا فتویٰ اور موقف یہی ہے البتہ شرعی ضرورت اور اضطرار کی حالت کے احکام اور ہونگے۔ فقط والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ
مفتی دار العلوم دیوبند
۲۸/۴/۱۴۳۰ھ

صحیح محمود حسن غفرلہ بلند شہری
الجواب صحیح فخر الاسلام عفی عنہ
الجواب صحیح وقار علی غفرلہ
زین الاسلام قاسمی نائب مفتی دار العلوم دیوبند

(کتاب: ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر کی حرمت پر مفصل اور مدلل فتویٰ، صفحہ ۹)

ٹی وی چینل کے ذریعے تبلیغ کرنے کا حکم

تبلیغِ دین کا مقصد دین کو عام کرنا اور بے دینی، منکر اور گمراہی کو ختم کرنا ہے۔ جبکہ تصویری طریقہ تبلیغ میں مبلغ صاحب تصویر (جو ایک خطرناک قسم کی گمراہی ہے اور احادیث مبارکہ میں اس پر درجنوں وعیدیں آئی ہیں) کو عام کر رہا ہے۔ اور تبلیغِ دین کا ہر وہ طریقہ جس میں منکر کا ارتکاب ناگزیر ہو، یا مقصد تبلیغ کے خلاف ہو، ناجائز اور حرام ہے، اور مسلمان نہ تو ایسے طریقہ تبلیغ کے مکلّف ہیں اور نہ ہی اس کے اختیار کرنے کے مُجاز ہیں، بلکہ اختیار کرنے کی صورت میں شدید مواخذہ اور پکڑ ہوگی۔

دوسروں کو دیندار بنانے کے لئے نہ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ناجائز اور حرام کاموں کا حکم دیا ہے اور نہ ہی نفس الامر میں پورے طور پر یہ طریقہ مفید ہوسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک خدا ترس، امت کے غم خوار، نفوسِ قدسیہ اور اللہ والوں نے منکرات کے راستے سے نہ تو خود تبلیغ کی ہے اور نہ ہی اس کو جائز سمجھا ہے۔

حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک مرتبہ ٹی وی پر تقریر کرنے کی درخواست کی گئی تو اس کو رد کرتے ہوئے صاف انکار فرما دیا۔

اس واقعہ کی تفصیل بتاتے ہوئے حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم لکھتے ہیں:

"کونسل کی نشستوں میں ایجنڈے سے باہر کی باتیں بھی بعض اوقات چھڑ جاتی ہیں، اسی سلسلے میں دراصل ہوا یہ تھا کہ بعض حضرات نے مولانا (محمد یوسف بنوری) رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمائش کی تھی کہ وہ ٹیلی ویژن پر خطاب فرمائیں، مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے ریڈیو پر تو خطاب کرنے کو تو قبول کر لیا تھا، لیکن ٹیلی ویژن پر خطاب کرنے سے معذرت فرما دی تھی کہ یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔ اسی دوران غیر رسمی طور پر یہ گفتگو بھی آئی تھی کہ فلموں کو مخربِ اخلاق عناصر سے پاک کر کے

تبلیغی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ یہ تھا:

اس سلسلہ میں ایک اصولی بات کہنا چاہتا ہوں، اور وہ یہ کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کے مکلّف نہیں ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو، لوگوں کو پکا مسلمان بنا کر چھوڑیں، ہاں اس بات کے مکلّف ضرور ہیں کہ تبلیغِ دین کے لئے جتنے جائز ذرائع و وسائل ہمارے بس میں ہیں ان کو اختیار کر کے اپنی پوری کوشش صرف کردیں۔ اسلام نے ہمیں جہاں تبلیغ کا حکم دیا ہے، وہاں تبلیغ کے باوقار طریقے اور آداب بھی بتائے ہیں، ہم ان طریقوں اور آداب کے دائرے میں رہ کر تبلیغ کے مکلّف ہیں۔ اگر ان جائز ذرائع اور تبلیغ کے ان آداب کے ساتھ ہم اپنی تبلیغی کوششوں میں کامیاب ہوتے ہیں تو عین مراد ہے، لیکن اگر بالفرض ان جائز ذرائع سے ہمیں مکمل کامیابی حاصل نہیں ہوتی تو ہم اس بات کے مکلّف نہیں ہیں کہ ناجائز ذرائع اختیار کر کے لوگوں کو دین کی دعوت دیں، اور آدابِ تبلیغ کو پسِ پشت ڈال کر جس جائز و ناجائز طریقے سے ممکن ہو، لوگوں کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کریں۔ اگر ہم جائز وسائل کے ذریعے اور آدابِ تبلیغ کے ساتھ ہم ایک شخص کو بھی دین کا پابند بنادیں گے تو ہماری تبلیغ کامیاب ہے، اور اگر ناجائز ذرائع اختیار کر کے ہم سو آدمیوں کو بھی اپنا ہم نوا بنالیں تو اس کامیابی کی اللہ کے یہاں کوئی قیمت نہیں۔ کیونکہ دین کے احکام کو پامال کر کے جو تبلیغ کی جائے گی وہ دین کی نہیں کسی اور چیز کی تبلیغ ہوگی۔ فلم اپنے مزاج کے لحاظ سے بذاتِ خود اسلام کے احکام کے خلاف ہے، لہٰذا ہم اس کے ذریعے تبلیغ دین کے مکلّف نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص جائز اور باوقار طریقوں سے ہماری دعوت کو قبول کرتا ہے تو ہمارے دیدہ و دل اس کے لئے فرش راہ ہیں، لیکن جو شخص فلم دیکھے بغیر دین کی بات سننے کے تیار نہ ہو، اُسے فلم کے ذریعے دعوت دینے سے ہم معذور ہیں، اگر ہم یہ موقف اختیار نہ کریں تو آج ہم لوگوں کے مزاج کی رعایت سے فلم کو تبلیغ کے لئے استعمال کریں گے کل بے حجاب خواتین کو اس مقصد کے لئے استعمال

کیا جائے گا، اور رقص وسرود کی محفلوں سے لوگوں کو دین کی طرف بلانے کی کوشش کی جائے گی، اس طرح ہم تبلیغ کے نام پر خود دین کے ایک ایک حکم کو پامال کرنے کے مرتکب ہوں گے۔

یہ کونسل میں مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کی آخری تقریر تھی اور غور سے دیکھا جائے تو یہ تمام دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کے لئے مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کی آخری وصیت تھی جو لوحِ دل پر نقش کرنے کے لائق ہے۔'' (نقوشِ رفتگاں ۱۰۴، ۱۰۵)

پچیس تیس سال پہلے جب ''فجر اسلام'' اور ''محمد رسول اللہ'' وغیرہ نامی فلمیں بنائی جا رہی تھیں، اور یہ تأثر دیا جا رہا تھا کہ ان فلموں کے ذریعے اسلام کی اشاعت وتبلیغ اور خدمت ہوگی، اس زمانے میں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم نے جامعہ دارالعلوم کے ماہنامے ''البلاغ'' میں ان اسلامی فلموں پر رد کرتے ہوئے کئی ایک تفصیلی مضامین لکھ کر یہ ثابت فرمایا ہے کہ اسلام کے پھیلانے کے طریقے اور ہیں اور کفر وضلالت کے پھیلانے کے طریقے اور۔ فلموں اور تصویروں کے ذریعہ کفر وضلالت کی تبلیغ تو ہوسکتی ہے، اسلام اور معروفات کی تبلیغ نہیں ہوسکتی۔

ان تفصیلی تحریرات کے چند اقتباسات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

اقتباس نمبر ۱ :

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم لکھتے ہیں:

اس فلم کے بارے میں ایک اور پروپیگنڈہ بڑے شد ومد سے یہ کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ میں بڑی مدد ملی ہے۔ اور ہزاروں غیر مسلم اسے دیکھ کر مسلمان ہوگئے ہیں۔ اول تو یہ بات بھی پہلی بات کی طرح بے بنیاد پروپیگنڈا ہے۔ ایک معمولی سمجھ کے انسان کے لئے بھی یہ باور کرنا مشکل ہے کہ ایسی فلم کو دیکھ کر ہزاروں انسان اسلام میں داخل ہوگئے ہوں۔ لیکن اگر بالفرض یہ تماشا دیکھ کر کچھ لوگوں کے دل واقعی اسلام کی طرف مائل ہوتے ہیں تو آخر یہ کیوں فرض کرلیا گیا کہ اسلام کی تبلیغ اور لوگوں کو متاثر کرنے کے لئے ہر طریقہ استعمال کرنا جائز ہے خواہ وہ اسلامی

اصولوں کے کتنا خلاف ہو اگر ''تبلیغِ اسلام'' کی خاطر اس دلیل کو قبول کر لیا جائے تو کل کو یہی دلیل بنفسِ نفیس سرکارِ دو عالم ﷺ کی شبیہ دکھانے کے لئے بھی پیش کی جاسکتی ہے

''تبلیغِ اسلام'' کا اتنا ''درد'' رکھنے والے ان حضرات کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام نے اپنی تبلیغ کے لئے بھی کچھ خاص اصول مقرر فرمائے ہیں، جو تبلیغ ان اصولوں کو توڑ کر کی جائے وہ اسلام کے ساتھ دوستی نہیں، دشمنی ہے۔ یہ کوئی عیسائیت یا کمیونزم نہیں ہے جو اپنے نظریات کے پرچار کے لئے ہر جائز و ناجائز طریق کار کو رواں رکھتا ہو، جسے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے اپنے اکابر کی حرمت کا بھی پاس نہ ہو اور جو دنیا میں محض ہم نواؤں کی تعداد بڑھانے کے لئے اپنی عورتوں کی عصمت بھی داؤ پر لگانے کے لئے تیار ہوں۔

سوال یہ ہے کہ اگر کسی زمانے یا کسی خطے کے لوگ موسیقی کے ذریعے اسلام کی طرف مائل ہو سکتے ہیں تو کیا ''تبلیغِ اسلام'' کی خاطر طبلے سارنگی پر قرآن سنانے کی اجازت دے دی جائے گی؟ اگر کسی علاقے کے لوگوں کا سرکارِ دو عالم ﷺ کی شبیہ دیکھ کر مسلمان ہونا ممکن ہو تو کیا مسلمان (معاذ اللہ) آپ ﷺ کی فرضی تصویر شائع کرنے کو تیار ہو جائیں گے؟ اگر مسلم عورتوں کے رقص و سرود سے متاثر ہو کر کچھ لوگ مسلمان ہونے پر آمادہ ہوں تو کیا ان کے پاس ''تبلیغِ اسلام'' کے لئے رقاصاؤں کے طائفے بھیجے جائیں گے؟

یہ آخر کیا طرزِ فکر ہے کہ دنیا میں جس جس برائی کا چلن عام ہو جاتا ہے اسے نہ صرف جائز اور حلال کرتے جاؤ بلکہ اسلام کی تبلیغ و ترقی کے لئے اس کے استعمال کو بھی ناگزیر قرار دو، آنحضرت ﷺ کے جس سیرتِ طیبہ کو فلما کر اسے تبلیغِ اسلام کا نام دیا جا رہا ہے اس سیرتِ طیبہ کا سبق تو یہ ہے کہ حق کی تبلیغ و اشاعت صرف حق طریقوں سے ہی کی جاسکتی ہے۔ اگر حق کی تبلیغ کے لئے اس میں کسی باطل کی آمیزش اسلام کو گوارا ہوتی تو عہدِ رسالت کے مسلمانوں کو وہ اذیتیں برداشت نہ کرنی پڑتیں جن کے واقعات پر اس فلم کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ عہدِ رسالت کے مسلمانوں کو سب سے بڑی

تربیت تو یہ دی گئی تھی کہ وہ اپنے آپ کو زمانے کے ہر غلط بہاؤ کے آگے سپر ڈالنے کے بجائے زندگی کی آخری سانس تک اس سے لڑنے اور اسے صحیح سمت کی طرف موڑنے کی جدو جہد کریں اور اس راہ میں جو مشکلات پیش آئیں انھیں خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرنے کی عادت ڈالیں۔ اگر یہ بزرگ ایسا نہ کرتے اور زمانے کی ہر پھیلی ہوئی برائی کے آگے ہتھیار ڈالتے جاتے تو آج دین کی کوئی قدر بھی اپنے اصلی شکل میں محفوظ نہ رہ سکتی۔

(مضمون: عہد رسالت کی فلم بندی، کتاب: اصلاحِ معاشرہ ۱۳۲، ۱۳۳)

اقتباس نمبر ۲ : ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

اس لئے اسلام نے جہاں ہمیں تبلیغِ دین کا حکم دیا ہے وہاں اس کے کچھ اصول اور آداب بھی بتائے ہیں، ان اصول و آداب کو توڑ کر اور اسلامی تعلیمات کو پامال کر کے جو تبلیغ کی جائے گی وہ اسلام کی نہیں، کسی اور مذہب کی تبلیغ ہوگی اور اگر بالفرض اس تبلیغ سے کوئی ہم نوا جماعت تیار ہوئی بھی تو وہ اسلام کی مطلوب جماعت ہرگز نہیں ہوسکتی۔ ہمیں معلوم ہے کہ اسلام کے سوا دوسرے بہت سے مذاہب اور نظریات میں اپنی اشاعت و تبلیغ کے لئے وہ سارے صحیح وغلط طریقے اختیار کیئے ہیں جن سے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی جا سکے۔ اس غرض کے لئے رقص وسرود کی محفلیں بھی گرم کی گئی ہیں، مال و دولت اور حسن و شباب کا لالچ بھی دیا گیا ہے اور اپنی اسلاف کی عزت و ناموس کو بھی بھینٹ چڑھانے سے دریغ نہیں کیا گیا، لیکن اسلام اپنی دعوت و تبلیغ کے لئے ان طریقوں کو اختیار کرنے سے معذور ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد محض مردم شماری کے رجسٹر میں مسلمانوں کی تعداد بڑھانے سے حاصل نہیں ہوتا۔ وہ ایک اصولی اور عملی دین ہے اس کا مقصد انسانیت کی اصلاح اور قلب و ذہن کی تطہیر ہے، وہ اپنی تبلیغ کے نام پر وہ راستے اختیار نہیں کرسکتا جو انسانیت کو تباہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ (مضمون: اس اشتعال انگیز فلم کو رکوایئے، کتاب: اصلاحِ معاشرہ: ۱۳۷، ۱۳۸)

اقتباس نمبر ۳ : ایک اور مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

سب سے پہلے تو یہ غلط فہمی ذہن سے دور کرنے کی ضرورت ہے کہ اسلام میں تبلیغ و دعوت کا کوئی اصول مقرر نہیں ہے، اور جب جس شخص کا جی چاہے، تبلیغ اسلام کے لئے کوئی بھی ایسا ذریعہ استعمال کر سکتا ہے جو دوسروں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ بعض دوسرے تبلیغی مذاہب میں بے شک یہ بات نظر آتی ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے لئے ہر اچھے برے طریقے کو نہ صرف جائز سمجھتے ہیں، بلکہ اس پر بے جھجک عمل بھی کرتے ہیں، اپنے نام لیواؤں کی مردم شماری بڑھانے کے لئے لالچ ڈراوے اور دھوکہ فریب سے لے کر کھیل تماشے تک ہر طریقہ ان کے نزدیک جائز ہے۔ اگر اس غرض کے لئے انہیں اپنی عورتوں کو بے عزت کرنا پڑے تو اس سے بھی نہیں چوکتے، اور اگر اپنی مقدس شخصیتوں کے وقار سے کھیلنا پڑھے تو اس سے بھی انہیں کوئی دریغ نہیں۔ عیسائی مشنریوں کا طریق کار یہ ہے کہ بائبل کی طرف لوگوں کو مائل کرنے کے لئے بائبل کے باتصویر نسخے عام ہیں، جن میں انبیاء کرام علیہم السلام کی ایسی حیا سوز تصویریں کھلم کھلا شائع ہو رہی ہیں جنہیں دیکھ کر ایک شریف انسان کی پیشانی عرق عرق ہو جائے۔ بائبل کے مختلف قصوں پر مشتمل فلمیں تیار کی جاتی ہیں، اور ان میں ''دلچسپی'' پیدا کرنے کے لئے ان میں عشقیہ قصوں کی پوری ڈھٹائی کے ساتھ آمیزش کر دی جاتی ہے، تا کہ نوعمر لوگ انہیں ذوق و شوق کے ساتھ دیکھ سکیں...... اس کے علاوہ لوگوں کو راغب کرنے کے لئے رقص و سرود کے ایسے پروگرام ترتیب دیئے جاتے ہیں جن کے درمیان کلیسا میں آنے کی دعوت دی جاتی ہے، غرض تبلیغ و دعوت کے طریقے لوگوں کی خواہشات نفس کے تابع آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔

اس کے برعکس اسلام نے جہاں تبلیغ و دعوت کو ضروری قرار دیا ہے، وہاں اس کے باوقار آداب بھی بتلائے ہیں، لہٰذا اسلام کے لئے یہ بات ممکن نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی خواہشات نفس کی اصلاح کے بجائے اپنی دعوت و تبلیغ کو ان خواہشات کا تابع مہمل بنا دے۔ اسلام کا مقصد صرف اپنے نام نہاد پیروؤں کی مردم شماری میں اضافہ کرنا نہیں، بلکہ ایسے انسان تیار کرنا ہے جو اپنی خواہشات نفس

کے بجائے اللہ کے احکام کے تابع ہوں، اسلام کی دعوت کا ایک خاص وقار ہے، اور اس وقار کو ملحوظ رکھے بغیر دعوت کا جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے گا وہ اسلام کا نہیں، کسی اور دین کا طریقہ ہوگا۔ لہٰذا اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اسلام کی سنجیدہ اور باوقار تعلیمات کو کھیل تماشا بنا کر پیش کرنے سے اسلام کی تبلیغ ہو رہی ہے تو وہ اسلام کے مزاج و مذاق سے سنگین حد تک ناواقف ہے، اسلام انسانوں کو خواہشات نفس کی غلامی سے نکال کر خدائے واحد کی غلامی میں لانے کے لئے آیا ہے اور اگر وہ ان خواہشات کے آگے سپر ڈال کر خود اپنی تبلیغ کے لئے وہ طور طریقے اختیار کرنا شروع کر دے جو اس کے نزدیک ناجائز یا نامناسب ہیں تو یہ آپ اپنی تردید کے مترادف ہوگا۔

اقتباس نمبر ٤ : آگے تحریر فرماتے ہیں:

پھر کیا کوئی فلم تصویروں سے خالی ہو سکتی ہے؟ کیا کسی ایسی فلم کا تصور کیا جا سکتا ہے جس میں نامحرم عورتیں بے حجاب ہو کر سامنے نہ آئیں؟ کیا کوئی فلم آج تک موسیقی سے پاک تیار کی گئی ہے؟ سوال یہ ہے کہ وہ کبائر جن کو مٹانا اسلام کے اولین مقاصد میں شامل ہے، ان کا ارتکاب کر کے اس مصنوعی ناٹک کو قرآنی مضامین کا نام دینا قرآن کریم کے ساتھ کھلا کھلم مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ وہ آخر کون سی تبلیغ اسلام ہے جو خدائی احکام کی صریح خلاف ورزی کر کے انجام دی جا رہی ہے؟ اور جس کے ذریعے ان گناہوں کی برائی تک کا احساس دلوں سے مٹایا جا رہا ہے؟

کہا جاتا ہے کہ ان فلموں کے ذریعے ان لوگوں تک قرآنی مضامین پہنچانے مقصود ہیں جو کبھی مسجد میں آ کر کوئی وعظ نہیں سنتے، جنہیں دینی کتابوں کے مطالعے سے دلچسپی نہیں ہے، اور جن کو بذات خود قرآن کریم پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ لیکن اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں جو اصولی گذارشات ہم نے اوپر پیش کی ہیں، ان کے پیشِ نظر اس دلیل میں رتی برابر وزن نہیں ہے۔ جو لوگ قرآنی مضامین کو فلم اور ڈرامے کے سوا کسی اور ذریعے سے سننے کے لئے تیار نہیں ہیں، اسلام اور قرآن ان کو اپنے مضامین سنانے سے بے نیاز ہے، اور جن لوگوں کے حلق سے دین کی کوئی

بات اس وقت تک نہ اترے جب تک ایک رنگین فلم کی شکل میں پیش نہ کیا جائے، ایسے لوگوں کو قرآن سے کبھی کوئی ہدایت نصیب بھی نہیں ہو سکتی، قرآن کریم نے اپنی پہلی ہی آیت میں فرما دیا ہے کہ:

ذلک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین

''اس کتاب میں کوئی شک نہیں اور یہ ان لوگوں کے لئے ہدایت ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں''

لہٰذا جن لوگوں میں حق کی کوئی طلب یا تلاش نہ ہو، اور جو کھیل تماشے کے بغیر دین کی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہ ہوں، آپ ان کے سامنے ایسی ہزار فلموں کے ذریعے تمام قرآنی مضامین بیان کر دیجئے، انہیں اس سے وہ ہدایت رتی برابر بھی حاصل نہ ہوگی جو قرآن کریم کا اصل مقصد اور اس کو حقیقۃً مطلوب ہے، جن لوگوں کے دل میں از خود حق تک پہنچنے کی کوئی ادنیٰ تڑپ نہیں ہے، اور جو حق تک پہنچنے کے حقیقی راستوں سے اپنے آپ کو نہ صرف مستغنی اور بے نیاز سمجھتے ہیں، بلکہ ان سے نفرت اور اعراض کا معاملہ کرتے ہیں، ان کے لئے خود قرآن کریم کا ارشاد یہ ہے کہ:

اما من استغنی فأنت له تصدیٰ و ما علیک ألا یز کیٰ

''رہے وہ لوگ جو (حق سے) مستغنی ہیں، تو آپ ان کے پیچھے پڑتے ہیں؟ حالانکہ اگر وہ (دین حق قبول کر کے) پاک نہ ہوں تو آپ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں''

ایسے لوگوں کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ دین کو ان کو خواہشات کے سانچے میں ڈھال کر پیش کرنے سے ان کی اصلاح ہو جائے گی، انتہا درجے کی خام خیالی کے سوا کچھ نہیں۔

(مضمون: قصص القرآن کی فلم بندی، کتاب: اصلاحِ معاشرہ ۱۵۰ تا ۱۵۳)

حاصل یہ کہ یہ اجماعی اور اتفاقی مسئلہ ہے کہ تصویر کے ذریعہ تبلیغ جہالت اور مستقل گمراہی ہے، اس اجماع کے مقابل اگر کسی نے جواز کی رائے دی تو اس کی اس رائے کی وجہ سے نہ تو مسئلہ اختلافی بنے گا اور نہ ہی اس اجماعی مسئلہ کی قوت میں کوئی فرق آئے گا کسی کے لئے اس خلافِ اجماع رائے پر عمل کرنے کی رخصت اور گنجائش نہیں۔

آج کل اختلاف اور خلاف کی اصطلاح سے ناواقفیت کی بنا پر عام لوگ خلاف کو بھی اختلاف سمجھنے لگتے ہیں۔

نیز تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ وہ علماء جنہوں نے اجماعی مسئلہ کے خلاف رائے قائم کی ہے وہ خود بھی عوام الناس کو یہ باور کرانے کے درپے رہتے ہیں کہ ان سے اپنے خلاف کو اختلاف منوایا جائے اور ان کے ذہنوں سے اجماعی مسئلہ کی قوت، عظمت اور اہمیت ختم ہو جائے۔

ایسے حالات میں بس اللہ تعالیٰ ہی سے یہ التجاء ہے کہ وہ اپنے فضل و رحمت سے ہمارے دلوں میں اجماعی مسئلہ کی اہمیت کو مضبوطی کے ساتھ قائم اور جمائے رکھے اور خلاف کے تأثر سے محفوظ فرمادیں، اگرچہ وہ خلاف کسی بڑی شخصیت کی طرف منسوب کیوں نہ ہو۔

ٹی وی چینل کے ذریعہ تبلیغ کے جواز کی ایک وجہ اور اس کا رد

بعض کہتے ہیں کہ ٹی وی کی اسکرین پر ظاہر ہونے والا منظر تصویر نہیں، بلکہ عکس ہے، اور عکس کا دیکھنا جائز ہے لہٰذا ٹی وی تبلیغی چینل جائز بلکہ کارِ ثواب اور موجبِ اجرِ عظیم ہے۔

جواب: (۱) ہم قواعدِ فقہیہ مسلمہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ عکس نہیں بلکہ تصویر ہی ہے۔

(۲) دارالافتاءِ دارالعلوم کراچی کے درج ذیل فتوے سے معلوم ہوتا ہے کہ بنابر تسلیمِ عکس بھی ٹی وی چینل کے ذریعہ تبلیغ جائز نہیں۔

ٹی وی پر دینی پروگرام سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

موجودہ حالات میں ٹیلی ویژن بے شمار منکرات و محرمات اور فواحشات پر مشتمل ہے جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) گانا بجانا، ساز و سارنگی اور ڈھولک از روئے شرع قطعاً ناجائز ہیں اور ٹی وی کے اکثر پروگرام اسی پر مشتمل ہوتے ہیں ان کے ہوتے ہوئے تو تصاویر کے بغیر بھی کوئی پروگرام دیکھنا اور سننا جائز نہیں۔

(۲) نامحرم مرد کا عکس کسی نامحرم عورت کو، اور نامحرم عورت کا عکس یا تصویر نامحرم مرد کو دیکھنا جائز نہیں، ٹی وی کے پروگرام نامحرم مرد وعورت ہی پر مشتمل ہوتے ہیں، اور عام دیکھنے والے بھی نامحرم ہی ہوتے ہیں۔

(۳) پروگرام خواہ کسی نوعیت کا ہو، ٹی وی کے جو عام اثرات سامنے آرہے ہیں وہ یہ ہیں کہ بے حیائی، بے غیرتی، بے شرمی، بے ادبی، فحاشی اور دیگر جرائم میں نہایت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور پورا مسلم معاشرہ تباہ ہو کر رہ گیا ہے، ظاہر ہے کہ ٹی وی کے حاصل اور انجام کو دیکھا جائے گا اور انجام بالکل خلاف شرع اور انتہائی خطرناک ہے............الخ

(اس فتویٰ پر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی، حضرت مفتی عبد الرؤف سکھروی اور حضرت مفتی اصغر علی دامت برکاتہم چاروں حضرات کے دستخط ہیں)

تنبیہ: کیا ایسا انتظام کرنا کہ مرد کا عکس صرف مرد اور عورت کا صرف عورت دیکھے، ممکن ہے؟

ظاہر ہے کہ دورِ حاضر میں اس کی پابندی لگانا کہ مبلغ صاحب کا عکس صرف مرد ہی دیکھیں اور مبلغہ صاحبہ کا عکس صرف خواتین ہی دیکھیں، کسی کے بس میں نہیں۔ جب یہ انتظام عادۃً ممکن ہی نہیں، تو عکس ماننے کی صورت میں بھی ٹی وی چینل کا جواز ثابت نہ ہوگا اور دار العلوم کراچی کے مندرجہ بالا فتویٰ کے مطابق بھی یہ چینل ناجائز، حرام اور گمراہی پھیلانے کا سبب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس گمراہی سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور دین پھیلانے کے وہ ذرائع اور طریقے جن کے جواز میں کسی قسم کا شبہہ نہیں اور جن کے اختیار کرنے کے ہم مکلّف بھی ہیں، کو اختیار کرنے کی ہمت عطاء فرمائیں، اور مغربیت کے تاثر سے محفوظ فرمائیں۔ آمین

☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری المدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی چشم کشا تحریر

نئے مجتہدین کے لئے لمحہ فکریہ

ایک حدیث میں ارشاد ہے: اجرؤ کم علی الفتیا اجرؤ کم علی النار

ترجمہ: یعنی تم میں جو شخص فتوی دینے میں زیادہ جری ہوگا ایسا شخص دوزخ میں جانے میں سب سے زیادہ جرأت کرنے والا اور دلیر ہوگا، (سنن دارمی ۱/۵۳)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کا یہ حال تھا کہ جب کوئی سوال کرتا تو جواب دینے سے ہر شخص بچنے کی کوشش کرتا تھا، عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ میں نے اس مسجد میں انصار میں سے ایسے ایک سو بیس انصار کو پایا ہے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی تھی کوئی اس کا دوسرا بھائی بتادے، حضرت عامر شعبی رحمہ اللہ تعالی سے کسی نے حضرات فقہائے کا طریقہ معلوم کیا تو فرمایا کہ ہم سے پہلے حضرات کا یہ طریقہ تھا کہ جب کسی کے پاس سوال آتا تھا تو جو حضرات موجود ہوتے تھے وہ بتانے سے بچتے تھے یہاں تک کہ گھوم پھر کر سائل اسی شخص کے پاس واپس آجاتا تھا جس سے سب سے پہلے دریافت کیا تھا۔

(سنن دارمی ۱/ ۴۹، ۵۰)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا انہوں نے جواب دے دیا لیکن چونکہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ نہیں سنا تھا اس لئے فرمایا ان کان صوابا فمن اللہ وان کان خطأ فمنی ومن الشیطان، اب صورت حال یہ بن گئی ہے کہ جس سے پوچھا بھی نہ جائے وہ آگے بڑھ بڑھ کر بتانے کو موجود ہے اور جس کسی نے ایسے مدارس میں تھوڑی سی عربی پڑھ لی جن میں تفقیہ وتفقہ کا ذرا بھی اہتمام نہیں وہ دنیاوی حالات سے متاثر ہو کر فتویٰ دینے اور تحلیل

محرمات کے لئے تیار ہے جن کی ڈاڑھیاں کٹی ہوئی ہیں ،ٹخنوں سے نیچے پائجامے ہیں قرآن شریف کا ایک صفحہ صحیح یاد نہیں اور بخاری و مسلم کا کوئی ایک باب بھی نہیں پڑھا اور قرآن مجید سے اتنا بھی لگاؤ نہیں کہ ایک پارہ تلاوت کر لیتے ہوں ان کا ذوقِ اجتہاد بہت آگے بڑھ رہا ہے اجتہاد نے انہیں اباحیت تک پہنچا دیا ہے ،اب ان مجتہدین کا کام یہ رہ گیا ہے کہ مسلمانوں کے لئے حرام چیزوں کو حلال کیا کریں ، پہلے تو یہ تحلیل کا کام مصر کے لوگ کیا کرتے تھے ،انہوں نے تصویر کشی تو پہلے ہی جائز کر رکھی تھی ،اب یہ دلیل لا کر کہ اہل عرب حدیث عہد بالشرک تھے اس لئے تصویر و تمثال سے منع کر دیا گیا تھا اب شرک میں مبتلا ہونے کا احتمال نہیں رہا لہٰذا تصویر بھی جائز اور تمثال بھی ،اور مزید بات یہ ہے کہ ڈاڑھی مونڈنے کو جائز تو کہتے ہی تھے اب واجب کہنے لگے اور دلیل میں ''خالفوا الیھود'' کو پیش کرتے ہیں ، بینک کا سود وہ لوگ حلال کر چکے ہیں اور وہاں کے ایک مفتی نے تو غضب ہی کر دیا کہ جب قاہرہ کانفرنس ہوئی تو کہہ دیا کہ جو چاہو پاس کر لو میری گردن پر ہے ،لیحملوا اوزارھم کاملۃ یوم القیمۃ ومن اوزار الذین یضلونھم بغیر علم الا ساء ما یزرون ،اور ایک مجتہد کو جو جوش آیا تو اس نے کہہ دیا کہ سب تجاویز جو یہود و نصاریٰ نے پیش کی ہیں (اور سراسر غیر شرعی ہیں) یہ ہمارا دنیاوی معاملہ ہے جس میں ہم آزاد ہیں اور تأبیر نخل کے واقعہ کو دلیل میں پیش کر دیا۔

دلیلوں کی کمی نہیں یارو ایک ڈھونڈو پچاس ملتی ہیں

دور حاضر میں مجتہدین کا یہ کام رہ گیا ہے کہ ملوک اور وزراء اور تاجروں اور دنیا داروں کو جس بات کی ضرورت ہو اسے حلال کر دیا کریں کسی کے حلال قرار دینے سے حرام حلال نہیں ہو جاتا البتہ جن کے سامنے مجتہدین کی بیان بازی اور دلیل بازی آجاتی ہے وہ گمراہ ہو جاتے ہیں ،ایک مجتہد صاحب نے فرمادیا کہ یہ تیس دن کے روزے ملا کی ایجاد ہے ،قرآن مجید میں تو ''ایاما معدودات'' فرمایا ہے اور ایام جمع قلت کے اوزان میں سے ہے لہٰذا تین سے لے کر نو روزے تک ہونے چاہئیں (دیکھو کیسی دلیل لائے ہیں) موصوف نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ روزے ہمیشہ

دسمبر میں ہونے چاہیے یہ رمضان کی قید مولویوں نے لگا رکھی ہے اور ایک منکر حدیث نے تو غضب ہی کر دیا اس نے لکھ دیا کہ قرآن کی رو سے فرض نمازیں تین ہیں، یہ پانچ نمازیں مولویوں نے نکالی ہیں (دیکھ لیا آپ نے سلف کو چھوڑ کر اجتہاد کہاں پہنچا رہا ہے)

روس نے جو چند ریاستوں کو آزاد کیا ہے ان میں کے ایک رئیس کا نام مسلمانی ہے اس کے گھر میں روسی عورت ہے جب کسی نے کہا کہ کسی ملحد عورت سے مسلمان کا نکاح درست نہیں ہے تو ایک صاحب علم نے دلیل سمجھا دی اور سمجھا دی کہ حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام کی بیویاں کافرہ تھیں۔

ٹی وی کو جائز قرار دینے کی جسارت

جب ٹیلی ویژن چلا تھا تو علماء نے اس کی مخالفت کی تھی جو محققین اور خدا ترس اہلِ علم ہیں اب تک اس کے استعمال کو حرام ہی قرار دے رہے ہیں لیکن جن لوگوں کو عوام سے دبنے اور عوام کے مطابق فتویٰ دینے کا مرض ہے ان میں سے بعض لوگوں نے کہہ دیا کہ یہ تصویر میں نہیں آتا آئینہ کی طرح سے ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا آئینہ میں نامحرم عورتوں کو اور ننگی عورتوں کو اور بے حیائی کی فلموں کو اور فواحش ومنکرات کے ڈراموں کو دیکھنا جائز ہے؟

یہ تو کہہ دیا کہ یہ تصویر میں نہیں آتا اور عوام کے گھروں میں .... لانے اور لگوانے کا سبب بن گئے اور ان فلموں اور ڈراموں اور ناچ رنگ کے اعمال وافعال پر پابندی لگوانے کے لئے کچھ نہیں کیا، نہ ہر جائز بات بتانے کی ہوتی ہے نہ ہر جائز کام کرنے کا ہوتا ہے، اب جو نئے مفتی آئے ہیں انہوں نے فرما دیا کہ ٹیلی ویژن آج کل ضروریاتِ انسان میں داخل ہو چکا ہے گویا کہ اگر اس میں کوئی پہلو عدم جواز کا تھا بھی تو ''الضرورات تبیح المحظورات'' کے پیش نظر وہ بھی کالمعدوم ہو گیا، کیا یہ بھی کوئی شرعی دلیل ہے کہ انسان معصیت کا اس حد تک خوگر بن جائے کہ اسے چھوڑے

تو اضطراری کیفیت ہو جائے اور پھر اس معصیت کو حلال کرلے، ٹی وی کو کسی نے آئینہ بنا دیا اور کسی نے ضرورت میں داخل کر دیا اور اس بے شرمی پر کوئی نظر نہیں کہ ماں باپ، بہن بھائی سب کے ساتھ بیٹھ کر بے حیائی سے بھری ہوئی فلمیں دیکھتے ہیں، فتویٰ دینے کے لئے بڑے ہوش گوش اور مخاطبین کا مزاج دیکھنے اور جاننے کی ضرورت ہے، کھلاڑی جو کھیل کھیلتے ہیں ان میں سے بعض کھیلوں کا یونیفارم ایسا ہے جس میں گھٹنے اور آدھی آدھی رانیں کھلی رہتی ہیں نئے مفتیوں کے سامنے یہ بات آئی تو اسے بھی جائز قرار دے دیا۔

یہ لوگ دلیل بھی نئی نئی لا رہے ہیں تاویلات کا باب کھلا ہی ہوا ہے۔ بخاری اور شامی کا ایک صفحہ بھی نہیں پڑھ سکتے مگر کرکٹ میچ کے لئے تیار ہیں۔ حضرات اکابر نے جو یہ فرمایا تھا کہ مطلق مجتہد ہونے کا سلسلہ ختم ہے اور یہ کہ تلفیق بین المذاہب ناجائز ہے آخر اس کی کچھ وجہ ہی تھی، بات یہ ہے کہ وہ لوگ اسی قسم کے مجتہدین کی شان اباحیت سے امت کو محفوظ فرمانے کے لئے پابندی لگا گئے تھے۔ اب جو مجتہدین نکلے ہیں اول تو ان کا مبلغ علم کیا ہے دوسرے اس اجتہاد کی ضرورت کیوں پیش آئی ہے؟ کبھی بینک کا سود حلال کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کا نام فئی رکھ لو۔ (**کما افتی بہ بعض المجتھدین فی حیدر آباد**) کبھی بیمہ کو حلال کر رہے ہیں۔ یہ منہیات اور محرمات کی تحلیل کرنے والے جو دلائل پیش کرتےہیں ان میں سے ایک دلیل الدین یسر بھی اور بعض لوگ وما جعل علیکم فی الدین من حرج پیش کرتے ہیں۔

دین میں آسانی کا صحیح مفہوم

حالانکہ دین کے آسان ہونے اور دین میں تنگی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی عمل کے کرنے میں کچھ بھی تکلیف نہ ہو اور ساری چیزیں حلال ہوں اور جو چاہے کر لیا کرے۔ اگر ایسا ہوتا تو نہ فجر کی نماز فرض ہوتی جس میں اٹھنا دشوار ہے نہ عصر کی نماز فرض ہوتی جو کاروبار کا وقت ہوتا

ہے اور نہ حرام وحلال کی تفصیلات ہوتیں بلکہ احکام ہی نازل نہ کئے جاتے، آسان ہونے کا یہ مطلب ہے کہ کوئی اس پر عمل کرنا چاہے تو کرسکتا ہے جسے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا میں بیان فرمایا ہے۔ آج کل ایسے مجتہدین نکل آئے ہیں جو سود قمار حرام گوشت کھانے اور صریح گناہوں کے ارتکاب کو جائز کہہ رہے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ دین آسان ہے اس میں تنگی نہیں ہے یہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں، عوام کو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ مجتہدین ان کے ہمدرد نہیں ہیں ان کی آخرت تباہ کرنے کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اعاذنا اللہ منھم

بعض لوگوں نے الاشباہ والنظائر میں ذکر کردہ قواعد الضرر یزال اور لا ضرور ولا ضرار اور الضرورات تبیح المحظورات سے ممنوعات شرعیہ کو جائز قرار دینے کے لئے استدلال کیا ہے، یہ عبارتیں قواعد فقہیہ کے بیان میں کہی گئی ہیں ان کتابوں میں علامہ ابن نجیم مصری کی کتاب الاشباہ والنظائر زیادہ معروف ہے۔

اول تو اس کے بارے میں علامہ شامی کی تصریح سامنے رکھی چاہئے، مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ موصوف سے مقدمہ شرح وقایہ میں ان کتابوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے جن کو سامنے رکھ کر فتویٰ دینا جائز نہیں۔

وینبغی الحاق الا شباہ والنظائر بھا فان فیھا من الا یجاز فی التعبیر مالا یفھم معناہ الا بعد الاطلاع علی ماخذہ بل فیھا فی مواضع کثیرۃ الایجاز المخل یظھر ذٰلک لمن مارس مطالعتھا مع الحواشی فلا یأمن المفتی من الوقوع فی الغلط اذا اقتصر علیھا فلا بدلہ من مراجعہ ما کتب علیھما من الحواشی أو غیر ما انتھیٰ۔

پھر اگر کتاب مذکورہ سے یا کسی بھی قواعد فقہیہ کی کتاب سے استدلال کرنا تھا تو اپنے مطلب کی بات لے کر پنساری بن جانا کہاں درست تھا؟ پوری کتاب کا پڑھنا ضروری تھا لیجئے الاشباہ والنظائر ہی کی عبارت پڑھ لیجئے، مؤلف فرماتے ہیں :

المشقة والحرج انما يعتبران في موضع لا نص فيه واما مع النص بخلافه فلا.
دیکھئے! اس میں یہ بتا دیا ہے کہ نص ہوتے ہوئے مشقت اور حرج کا اعتبار نہیں اب سمجھ لیں جن لوگوں نے ربو اور قمار کی حرمت نصوص صریحہ میں موجود ہوتے ہوئے حرج کا اعتبار کر کے انشورنس کو جائز قرار دیا ہے ان کا استدلال آیات کے خلاف تو ہے ہی فقہی قاعدہ کلیہ کے بھی خلاف ہے۔

اب لا ضرر والا ضرار کے بارے میں ابن نجیم کی کتاب کی عبارت سنئے۔

وفسره في المغرب بانه لا يضر الرجل اخاه ابتداءً ولا جزاءً.

اور الضرر يزال کو مقید کرنے کے لئے ایک اور قاعدہ لکھا ہے اور وہ یہ ہے الضرر لا یزال بالضرر۔ ان دونوں قاعدوں سے معلوم ہو گیا کہ ضرر کو زائل کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اپنا جو نقصان ہو گیا ہو اسے جوا کھیل کر یا سود لے کر پورا کر لیا جائے، غور کر لیں قرآن کریم کی نص صریح کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جو مؤمن کے لئے سراپا ضرر ہے اپنے مالی نقصان کا پڑتا پورا کر لینا کیسے درست ہوگا؟

تیسرا قاعدہ یعنی الضرورات بیح المحظورات بھی مقید ہے، فقہاء نے اس کی دو چار مثالیں دی ہیں کوئی شخص بھوک سے مر رہا ہو تو مردار کھا لے اور گلے میں لقمہ پھنس گیا ہو تو شراب سے اتار لے بشرطیکہ اور کچھ نہ ملے اور کوئی شخص زبردستی کرتے ہوئے اگر ایسی دھمکی دے جس پر عمل نہ کرنے سے جان جانے کا واقعی خطرہ ہو تو دل میں ایمان ہوتے ہوئے جان بچانے کے لئے کلمہ کفر کہنا جائز ہے لیکن اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرنے پر مجبور کر لے اور یوں کہے کہ میں تجھے قتل کر دوں گا ورنہ تو فلاں شخص کو قتل کر دے تو کسی محقون الدم کا قتل کرنا حلال نہیں ہے۔ الاشباہ والنظائر میں اس کی تصریح ہے دیکھو جان بچانے کی مجبوری میں دوسرے کو قتل کرنا حلال قرار نہیں دیا، معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ ایسا عام نہیں ہے جیسا کہ نئے مجتہدین نے سمجھ لیا ہے۔

تحلیل وتحریم کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے

دراصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا خالق اور مالک ہے۔جن چیزوں سے نفع حاصل کرتے ہیں وہ بھی اسی نے پیدا کیں اور جو لوگ انہیں استعمال کرتے ہیں ان کو بھی اسی نے پیدا فرمایا، اسے اختیار ہے کہ جن چیزوں کو جس کے لئے حلال قرار دے اور جس کے لئے حرام قرار دے اس نے سابقہ امتوں کے لئے بعض چیزیں حرام قرار دیں اور اس مت کے لئے حلال کر دیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنے پاس سے تحلیل اور تحریم کے قانون بنائے۔ جو شخص اپنے طور پر کچھ چیزوں کو حلال اور کچھ چیزوں کو حرام قرار دے، چاہے اپنے لئے چاہے دوسروں پر نافذ کرنے کے لئے یہ خدائی اختیارات کو اپنے ہاتھ میں لینے کے ہم معنی ہے۔

سورۃ یونس میں فرمایا :

قُل أَرَأَيتُم مَا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُم مِن رِزقٍ فَجَعَلتُم مِنهُ حَرَامًا وَحَلالاً قُل آللَّهُ أَذِنَ لَكُم أَم عَلَى اللَّهِ تَفتَرُونَ.

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتاؤ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رزق نازل فرمایا ہو اس میں سے تم نے حرام اور حلال تجویز کرلیا، کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ پر تہمت باندھتے ہو۔

یہ مضمون دوسری آیات میں بھی ہے جس میں صاف صاف بتایا ہے کہ تحلیل وتحریم کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اسلام کے دعویداروں میں بعض فرقے ایسے ہیں جو تحلیل وتحریم میں اور احکام کے منسوخ کرنے اور بدلنے میں اور عبادت کے طریقے تجویز کرنے میں اپنے مذہبی پیشوا کو بااختیار سمجھتے ہیں اور اس کو قرآن وحدیث کا پابند نہیں سمجھتے۔

قرآن کی تصریحات اور تعلیمات ان کے نزدیک بے حیثیت ہیں، ایسے فرقوں کے کفر کی ایک

وجہ یہ بھی ہے کہ وہ تصریحات قرآنیہ کو کوئی وزن نہیں دیتے۔ ان کے نزدیک امام کو سب کچھ اختیار ہے جن لوگوں نے ان کا مذہب ایجاد کیا ہے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ میں تحلیل وتحریم کے اختیارات رکھنے کے لئے اپنے عوام کو یہ عقیدہ بتایا اور سمجھایا ہے کہ مذہبی پیشوا کو دین میں ردوبدل کرنے کا پورا اختیار ہے۔

جبکہ ہمارے آئمہ مجتہدین قرآن وسنت کے پابند ہیں اور آئمہ اربع احکامِ شریعت کو بیان کرنے والے ہیں، قوانین بنانے والے ہرگز نہیں۔

ایک بہائیہ فرقہ ہے، ان کے ہاں بھی دین اسلام سے ہٹ کر فرائض اور محرمات کی تفصیلات ہیں اور بعض معاصی کی تعزیرات انہوں نے خود سے مقرر کی ہیں جو ان کے بعض رسالوں کو دیکھ کر مطالعہ میں آئیں، منکرینِ حدیث میں ایک شخص چکڑالوی تھا اس نے نماز کی ترتیب اور ترکیب اور طریقہ عبادت اپنے پاس سے تجویز کیا تھا، یہ سب ان لوگوں کی گمراہی ہے جو سراپا کفر ہے۔

صاحبِ روح المعانی لکھتے ہیں :

والآية ناعية على كثير من الفرق الضالة الذين تركوا كتاب الله تعالىٰ وسنة نبيه عليه الصلوٰة والسلام لكلام علمائهم ورؤسائهم.

ترجمہ: آیت کریمہ سے ان گمراہ فرقوں کی مذمت کر رہی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اور نبی کریم ﷺ کی سنت کو اپنے علماء اور رؤسا کی بات کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

(روح المعانی ۸۴/۱۰)

سورۃ توبہ میں یہود ونصاریٰ کی گمراہی بیان کرتے ہوئے فرمایا ”اتَّخَذُوا أَحبَارَهُم وَرُهبَانَهُم أَربَابًا مِن دُونِ اللّٰهِ وَالمَسِيحَ ابنَ مَريَمَ“ کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے احبار (یعنی علماء یہود) کو اور راہبوں (یعنی نصاریٰ کے درویشوں کو اپنا رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو (بھی) رب بنالیا، نصاریٰ کے راہب تارکِ دنیا ہو کر اپنے ان گھروں میں رہتے تھے جو

جنگلوں میں بنا لیتے تھے اس لئے رھبان کا ترجمہ درویش کیا گیا۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پہلے نصرانی تھے بعد میں مسلمان ہوئے انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس وقت میری گردن میں سونے کی صلیب تھی، آپ ﷺ نے فرمایا اے عدی اپنی گردن سے اس بت کو نکال کر پھینک دو میں نے اس کو پھینک دیا واپس آیا تو آپ ﷺ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ پڑھ رہے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنے عالموں اور درویشوں کی عبادت تو نہیں کرتے پھر یہ کیوں فرمایا کہ احبار اور رہبان کو رب بنا لیا آپ نے فرمایا کیا یہ بات نہیں؟ کہ یہ لوگ جو چیز تمہارے لئے حرام کردیں تم اسے حرام کر لیتے ہو اور جو چیز حلال کردیں تم اسے حلال کر لیتے ہو (یعنی یہ جانتے ہوئے کہ احکامِ الٰہی کے خلاف ہے) میں نے کہا ہاں یہ بات تو ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ ان کی عبادت ہے۔ (معالم التنزیل ۲/ ۲۸۵)

اب دورِ حاضر میں جبکہ آزاد منش لوگ اسلامی احکام پر چلنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں اور دشمنانِ اسلام سے متاثر ہیں کہتے ہیں کہ حضرات علماءِ کرام جمع ہو کر میٹنگ کریں اور اسلامی احکام کے بارے میں غور وفکر کریں اور فلاں فلاں احکام کو بدل دیں یا ہلکا کردیں اور فلاں فلاں حرام چیزوں کا حلال قرار دے دیں، یہ اُن لوگوں کی جہالت اور حماقت کی بات ہے، اگر علماء ایسے کرنے بیٹھیں گے تو کافر ہو جائیں گے اور اگر کسی حرام چیز کو حلال قرار دے دیں گے تو ان کے حلال قرار دینے سے حلال نہ ہوگی، بعض اباحی (جو لوگ ممنوعات کو مباح قرار دیتے ہیں) قسم کے لوگ جو نام نہاد عالم کہاتے ہیں انھوں نے سود، بیمہ اور تصویروں کو اور بعض دیگر محرمات کا حلال کہہ دیا ہے ان کے کہنے اور لکھنے سے وہ چیزیں حلال نہیں ہوگئیں خوب سمجھ لیا جائے۔

دورِ حاضر میں کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے نصِ قرآنی کے خلاف جانتے بوجھتے ربوا اور قمار کو حلال قرار دے دیا حالانکہ نصوص کے خلاف کوئی فتویٰ کوئی فیصلہ معتبر نہیں خواہ چند آدمی مل کر نص

قرآن کے خلاف فیصلہ دے دیں خواہ کوئی فرد ایسا کرے، سوڈیڑھ سو سال سے ہندوستان میں انشورنس کمپنیاں اپنا کام کررہی ہیں ان کے لئے حضرات علمائے کرام ہی سوہان روح بنے ہوئے تھے مسلمانوں میں اکثر لوگ تو ایسے ہیں جو نہ علماء سے پوچھتے ہیں نہ ان کے بتائے ہوئے احکام ومسائل پر عمل کرتے ہیں لیکن علماء کی بات ماننے والے اور انکے فتاویٰ پر عمل کرنے والے بھی لاکھوں مسلمان ہیں ان حضرات علمائے کرام کے سامنے جب انشورنس (بیمہ) کا طریقہ کار آیا اور اس کی تفصیلات علم میں آئیں تو ان حضرات نے فرمایا کہ اس میں قمار ہے (جُوا) اور ربوا (سُود) دونوں ہیں لہٰذا جان کا بیمہ اور اموال کا بیمہ دونوں حرام ہیں۔

دیندار مسلمانوں کا اسی پر عمل تھا، انشورنس کمپنی والے ایسے لوگوں کی تحریرات شائع کر کے مسلمانوں کو بیمہ کیجال میں پھنساتے تھے جن کو فتوے سے کوئی تعلق نہیں، لیکن اب چند نام نہاد علماء نے مل کراس کو حلال قرار دے دیا ہے ان لوگوں نے نہ آیتِ کریمہ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ کو دیکھا اور نہ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو کو سامنے رکھا نہ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ کے خلاف فتویٰ دینے سے ہچکچائے۔ جب علماءِ حق نے ان کا مواخذہ کیا تو جواب دیا کہ ہم نے تحلیل حرام کا یہ کام عارضی طور پر کیا ہے اس کی بنیاد اسی پر ہے کہ تحلیل وتحریم کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ بات کہتے ہوئے یہ بھی نہ سوچا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد احکام میں نسخ اور تغیر وتبدیل کا کوئی موقعہ نہیں ہے یہ عارضی تحلیل وتحریم کہاں سے آئی؟ آپ کو کس نے اس کا اختیار دیا؟

رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے اور اس کی لکھائی کرنے والوں پر اور گواہوں پر اور فرمایا ہے کہ وہ سب برابر ہیں (رواہ مسلم) غور کیا جائے کہ سود کا گواہ بننے والا تک ملعون ہے حالانکہ اسے کچھ بھی نہیں ملا جن لوگوں نے اس کو جانتے اور مانتے ہوئے انشورنس کو حلال قرار دینے کی جرأت کی ہے وہ اپنے بارے میں غور کرلیں کہ مسلمانوں کو

اس کی تلقین کرنا کہ انشورنس کرالیا کریں کس درجہ کی جرأت بے جا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور یہ لوگ سود کو اپنے سر حلال قرار دینے کی ذمہ داری لے کر امت کو حرام میں مبتلا کر رہے ہیں۔

ہم تو یہی عرض کرتے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان جان اور مال کا بیمہ کر کے لعنت میں مبتلا نہ ہو اور اگر کسی نے کرلیا تو صرف اپنی جمع کی ہوئی قسطیں لے کر باقی چھوڑ دے۔

سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے کہ:

يَمحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُربِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُم أَجرُهُم عِندَ رَبِّهِم وَلا خَوفٌ عَلَيهِم وَلا هُم يَحزَنُونَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُؤمِنِينَ فَإِن لَم تَفعَلُوا فَأذَنُوا بِحَربٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تُبتُم فَلَكُم رُؤُسُ أَموَالِكُم لا تَظلِمُونَ وَلا تُظلَمُونَ.

ترجمہ: بے شک اللہ مٹاتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے صدقات کو اور اللہ دوست نہیں رکھتا کسی کفر کرنے والے، گناہ کرنے والے کو۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی سو ان کے لئے ان کا ثواب ہے ان کے رب کے پاس نہ وہ خوف زدہ ہوں گے اور نہ غمگین ہوں گے، اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اُسے چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ پس اگر تم نہ کرو تو جنگ کا اعلان سن لو اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے اور اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لئے اصل مال ہیں نہ تم ظلم کرو گے نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ سود کا کاربار کرتے تھے جب مسلمان ہو گئے اور سود کی حرمت سامنے آ گئی تو اگرچہ سودی مال بہت زیادہ تھا آیتِ شریفہ کا حکم سن کر انھوں نے اپنا سود چھوڑ دیا۔ آیت کا

مضمون سن کر وہ کہنے لگے کہ اس میں تو وہ مضمون ہے کہ جس میں اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کا اعلان ہے ہمیں اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنے کی طاقت کہاں ہے؟ کس کے بس کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جنگ کرے، ہم اپنے سود چھوڑتے ہیں۔

آیتِ بالا کی تفصیل کے ذیل میں مفسرین نے مذکورہ بالا بات لکھی ہے، یاد رہے کہ آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن لوگوں نے زمانہ کفر میں سود لے لیا تھا ان سے فرمایا کہ مسلمان ہو کر باقی سود چھوڑ دو جس کسی مسلمان نے سود پر قرضہ دیا ہو اس کے لئے وہ سود حلال نہیں ہے جو مسلمان ہوتے ہوئے وصول کیا اسے واپس کرے اور جو باقی ہے اسے چھوڑ دے اور اپنا اصل مال وصول کرے کیونکہ سود، سود دینے والے کی خوشی سے بھی حلال نہیں ہے (سود دینے والے اپنی ضرورت سے خوشی ہی سے سود دینا منظور کرتے ہیں اس خوشی کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں اس کو خوب سمجھ لیا جائے) جن لوگوں نے انشورنس میں مال لگا رکھا ہے یا کسی کو سود پر مال دے رکھا ہے وہ توبہ کریں ورنہ اپنا انجام سوچ لیں کیونکہ سود لینا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (ﷺ) سے جنگ کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نڈر ہونے کے ہم معنی ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

کیمرے والے موبائل فون عام ہو جانے کی وجہ سے آج کل بکثرت یہ بات مشاہدہ میں آرہی ہے کہ عوام تو عوام رہے بہت سے خواص اور علماء وطلباء تک کے موبائلوں میں ویڈیو کلپس اور تصاویر پائی جاتی ہیں جن میں سے اکثر و بیشتر لغویات وواہیات اور ہنسی مذاق پر مشتمل ہوتی ہیں اور بہت سے لوگوں کے موبائلوں میں تو فحش فلمیں اور گانے وغیرہ تک بھرے ہوئے ہوتے ہیں ان سے جب کہا جاتا ہے کہ : بھئی! یہ تو ناجائز ہے تو سب کا جواب ایک ہی ہوتا ہے کہ اب تو دارالعلوم کراچی نے ڈیجیٹل تصویر کے جواز کا فتویٰ دے دیا ہے۔ حالانکہ یہ جواب بہت بڑی غلط فہمی یا غلط بیانی پر مبنی ہے کیونکہ دارالعلوم کراچی کے سب سے بڑے مفتی شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم نے بندہ سے چار پانچ علماء کی موجودگی میں خود واضح طور پر فرمایا کہ آج تک ہم نے جواز کا فتویٰ نہیں دیا اور جو تحریر لکھی گئی ہے وہ علماء کرام کے غور کے لئے لکھی گئی ہے، وہ دارالعلوم کا فتویٰ نہیں۔ اس پر ہمارے ایک ساتھی نے عرض کیا: لوگ تو یہی سمجھتے ہیں کہ دارالعلوم کا فتویٰ ہے، اگر آپ حضرات نے فتویٰ نہیں دیا تو اس کی تردید فرمائیں، جس کے جواب میں کہا گیا کہ ہم کس کس کو بتائیں، ہم نے آپ کو بتا دیا ہے، آپ اوروں کو بتائیں۔

بہر حال حضرت شیخ الاسلام زید مجدہم کے ارشاد کے مطابق دارالعلوم سے ڈیجیٹل تصویر کے جواز کا کوئی فتویٰ نہیں آیا ہے، لہٰذا دارالعلوم کی طرف جواز کی نسبت یا تو غلط فہمی ہے یا غلط بیانی۔ جو لوگ اپنی شرمناک حرکتوں پر پردہ ڈالنے کے لیے دارالعلوم کی آڑ لیتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور اتنے عظیم علمی مرکز پر بہتان طرازی سے اجتناب کرنا چاہئے۔

اس وضاحت کے بعد عوام وخواص میں سے ہر ایک کو اس غلط فہمی کا ازالہ کر لینا چاہئے اور اپنی خرافات وواہیات کو عظیم علمی ادارے جامعہ دارالعلوم کراچی کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے۔

ناشر جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی
فون: 021-38259811 موبائل: 0333-2226051